مسلسل اشاعت کے چالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

473
ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
جنوری 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

جلد نمبر 40
شمارہ نمبر 4
ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
جنوری ۲۰۰۵ء

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
۲۶-۱-۰۵
اکوڑہ خٹک
۳۶ - کے ماڈل ٹاؤن لاہور

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: بحر ہند کا قیامت خیز زلزلہ اور ہلاکت آفریں طوفان۔ دارالعلوم کے مخلص فاضل حضرت شیخ الحدیثؒ کے دیرینہ خادم وعقیدت کیش حضرت مولانا نورالحق حقانیؒ کا سانحہ ارتحال .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۲

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) .... مولانا سمیع الحق مدظلہ ۴

حقیقی محبت کے کرشمے .... مولانا محمد انوار الحق صاحب ۱۱

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ (حیات وعلمی وملّی خدمات کا مختصر تعارف) ...... ڈاکٹر محمد جنید ندوی ۱۴

قربانی اور مسائل عید قربان .... مولانا ابوطلحہ مختار اللہ حقانی ۲۸

شریعت میں عرف و عادت کا پس منظر اور عقود مزارعت .... مولانا تاج محمد حقانی ۴۵

تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۶۲

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200 بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا محمد ابراہیم فانی

بحر ہند کا قیامت خیز زلزلہ اور ہلاکت آفریں طوفان

۲۶ ردسمبر کو جبکہ سن ۲۰۰۴ میلادی اپنی آخری سانس لے رہا تھا اور ۵ ردن بعد غروب ہونے والے آفتاب کے ساتھ یہ سال بھی تاریخ کا حصہ بن رہا تھا اور عین اسی وقت جبکہ مغربی اقوام اور تقلید مغرب کے مشرقی دیوانے نئے سال کے شیطانی استقبال کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے۔ قدرت کا عظیم تازیانہ جس نے چشم زدن میں دو لاکھ سے زائد افراد کو لقمہ اجل بنا دیا اور لاکھوں افراد معذور اور بے گھر ہو گئے۔ مالی نقصان کا تو اندازہ بھی لگانا مشکل ہے اور جو تباہی آئی اس کے بارے میں ماہرین کا خیال ہے کہ یہ دس ہزار ایٹم بم گرانے کے برابر ہے۔

بحر ہند میں آنے والے اس قیامت خیز اور ہلاکت آخرین زلزلے اور طوفان جسکو سونامی کہا جاتا ہے' اسکی جو تفصیلات آہستہ آہستہ سامنے آرہی ہیں اس کو دیکھ کر اور سن کر اس میں ہمارے لئے عبرت و موعظمت کے ہزاروں سامان موجود ہیں ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

اگر بحر ہند کے ان ساحلی علاقوں اور جزائر کا جغرافیائی نکتہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہم اہل پاکستان کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہنا چاہیے اور رب قدیر کے حضور سجدہ ریز ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے پاکستان مکمل طور پر محفوظ رہا' ورنہ اگر یہ جھٹکے بحیرہ عرب تک پہنچ جاتے تو خدا جانے کیا ہوتا؟

وہ لوگ جو کہ بدمست رندوں کی طرح ان ساحلی تفریحی مقامات پر رقصِ ابلیس اور شراب و شباب کے مزے لوٹنے کے لئے آتے۔ اب ان مقامات کا روئے زمین پر پتہ ہی نہیں چلتا۔ جزیروں کے جزیرے اور شہر کے شہر ملیامیٹ ہو گئے۔ کان لم تغن بالا مس۔

اخباری اطلاعات کے مطابق بیسویں صدی میں آنے والے دس شدید ترین زلزلوں میں ۳۲ رہزار مارے گئے تھے۔ ان میں زیادہ تر زلزلے جنوبی امریکی علاقوں میں آئے۔ اس سے پہلے ۲۶ ردسمبر ۲۰۰۳ء کو ایران میں جو زلزلہ آیا تھا اس میں ۳۲ رہزار افراد لقمہ اجل بنے تھے۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۳ء کا زلزلہ ایک ہی تاریخ پر رونما ہوا۔ لیکن ایران میں جو قیامت خیز زلزلہ آیا تھا وہ زمینی تھا جبکہ بحر ہند کے ساحلی علاقوں میں زلزلہ سمندری لہروں میں رونما ہوا۔ اس زلزلے اور قیامت خیز سمندری طوفان نے تمام کرۂ ارض کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔

ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس ۔یعنی برائی ظاہر ہوگئی خشکی اور سمندر میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی یعنی انکی شامتِ اعمال کی وجہ سے۔

زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں کیسی کیسی دخترانِ مادرایام ہیں

قرآن کریم ہمیں مختلف پیرایوں میں وعظ وتذکیر فرمارہا ہے اور سابقہ امم مثلاً عاد وثمود وقوم شعیب اور قوم لوط کی بربادیوں کا ذکر کررہا ہے تاکہ ہم اس سے عبرت لے سکیں۔ اگر ہمیں قدرت کے یہ عظیم تازیانے بھی اپنی خرمستیوں سے باز رہنے نہیں دیتے تو پھر یہ ہماری شقاوت اور بدبختی کی انتہا ہوگی۔ اب ارباب حل وعقد اور مختلف ممالک ان آسمانی آفات کو بند باندھنے کی تدبیریں کررہے ہیں لیکن یہ ایک سعی لاحاصل ہے۔ اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ اور اپنے اعمال کو درست کریں تاکہ شامتِ اعمال ماصورت سے نادر گرفت کا مصداق نہ بنیں۔ تو مشو مغرور از حلمِ خدا دیر گیرد سخت گیرد مرترا

ان بطش ربک لشدید

دارالعلوم کے مخلص فاضل حضرت شیخ الحدیثؒ کے دیرینہ خادم وعقیدت کیش حضرت مولانا نورالحق حقانی قدس سرہ کا سانحہ ارتحال

گزشتہ دنوں دارالعلوم حقانیہ کے قدیم اور مخلص فاضل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے دیرینہ اور عقیدت حضرت مولانا نورالحق صاحب حقانی اس دنیائے فانی سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما عطی ولہ ما اخذ۔ مرحوم ضلع اٹک علاقہ چھچھ کے ملاح نامی گاؤں کے باشندہ تھے۔ انتہائی منکسر المزاج، خاموش طبع اور قرون اولیٰ کے اسلاف کا ایک عکس جمیل اور نقش تمام تھے۔ بلاناغہ اپنی بیماری اور ضعف و نقاہت کے باوجود ہفتہ میں دو دفعہ دارالعلوم تشریف لاتے۔ یہ سلسلہ آپ کا کئی سالوں سے جاری رہا۔ جب حضرت شیخ الحدیثؒ بقید حیات تھے تو بھی تشریف لاتے۔ اور آپ کے سانحہ ارتحال کے بعد بھی آپ کا یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔

کچھ عرصہ پہلے آپ پر شدید بیماری کا حملہ ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صحتیاب ہوئے اور باقاعدہ دارالعلوم کو تشریف آوری شروع کی۔ خاموشی سے حضرت الشیخؒ کے مزار پر حاضری دے کر واپس چلے جاتے۔ ان کے دو فرزند مولانا حافظ احسان الحق اور مولانا حافظ احتشام الحق دارالعلوم کے فضلاء ہیں۔ علم وعمل اور ورع وتقویٰ میں اپنے والد گرامی قدر مرحوم کے نمونے ہیں۔ دونوں خدمتِ دین متین میں مصروف ہیں۔ جبکہ انکے بھانجے مولانا قاری ولی الرحمٰن صاحب دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ نماز جنازہ میں گرد ونواح کے تمام علماء وصلحا اور کثیر تعداد میں عوام نے شرکت کی۔ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر طلبہ واساتذہ نے بھی اس مرد صالح کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ ان کے گاؤں تشریف لے گئے اور پسماندگان سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر واستقامت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ادارہ "الحق" اور دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا اہل وخاندان کیساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی الحسد

حسد کے بارے میں بیان

حدثنا عبدالجبار بن العلاء بن عبدالجبار العطار وسعید بن عبدالرحمن قالا ثنا سفیان بن عیینہ عن الزھری عن انسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لاتقاطعوا ولاتدابروا ولا تباغضوا ولاتحاسدوا وکونوا عباداللہ اخوانا. ولایحل للمسلم أن یھجر أخاہ فوق ثلاث.

ھذا حدیث حسن صحیح ۔۔۔ وفی الباب عن أبی بکر الصدیق والزبیر بن العوام وابن عمر وابن مسعود وابی ھریرۃ.

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو، اور ایک دوسرے کو پیٹھ مت پھیرو۔ اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو۔ اور اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بنو۔ اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ سلام کلام ترک کرے۔۔۔۔۔۔ اور اس باب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات ہوئی ہیں۔

توضیح وتشریح: دلوں کی ایک مہلک بیماری حسد بھی ہے۔ یہ نیکیوں کو ختم کردیتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ ''حسد سے بچو! کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جیسا کہ آگ ایندھن کو کھا کر ختم کردیتا ہے۔'' اگر بندہ بہت نمازیں پڑھتا ہے۔ روزے رکھتا ہے۔ اور دوسری نیکیوں کی بھی اس کے ہاں بہتات ہو لیکن جب وہ دل میں دوسرے بھائی کے ساتھ حسد اور بغض رکھتا ہے تو یہ چیز ان تمام نیکیوں کو برباد کردیتی ہے۔

حسد کیا ہے؟ جب کوئی شخص دوسری کو دی گئی نعمت کے زوال کی تمنا کرے تو یہ حسد کہلاتا ہے۔ چاہے اس نعمت

کا اپنے لئے حاصل کرنے کی کوشش کرے یا نہ کرے۔ مثلاً کسی دوسرے کی عزت، قابلیت اور لیڈری وغیرہ کو نہ دیکھ سکتا ہو۔ کہ اس کو یہ نعمت کیوں ملی ہے۔ اور یہ تمنا کرتا ہو کہ اس سے یہ نعمت چھین جاوے۔ اللہ کے بندے! تجھے کیا تکلیف ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے۔ مال دیا ہے۔ کمال دیا ہے۔ اور عزت دی ہے۔ تو اس میں اس کی اہلیت ہوگی اور تمہارے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ سارے راستے کھلے رکھے ہیں۔ جب وہ دوسرا طالب العلم فسٹ نمبر حاصل کر سکتا ہے تو تم بھی محنت کرو تم بھی فسٹ آ سکتے ہو۔ جب تم نے محنت نہیں کی اور اس نے سارا سال محنت کر کے اعلیٰ نمبر حاصل کئے تو اب اس کے ساتھ تو حسد کرنے لگتا ہے۔ یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اور اس کا بڑا جرم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حسد کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک نعمت اپنے ایک بندے کو دے دی ہے۔ لیکن حاسد کو اس پر اعتراض ہے کہ اس کو یہ نعمت، عزت اور دولت کیوں دی ہے یہ علم اور منصب وغیرہ کیوں ملا ہے۔ تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء اور تقسیم کو درست نہیں سمجھتا۔ اس لئے وہ اس بندے سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرتا ہے۔ لہذا اس سے بچنا چاہیے ورنہ یہ ایک متقی اور نیکو کار بندے کی بہت ساری نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

<u>حسد کب جرم بن جاتا ہے؟</u> پھر حسد کا جرم اور گناہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ جب اس کے دل میں کسی سے اس کو دی گئی نعمت کے زوال کی تمنا آ جائے۔ اور پھر وہ اس آدمی سے اس نعمت کو زائل کرنے کی کوشش بھی شروع کر دے۔ تب تو یہ ظلم ہے اور اس کا جرم اور گناہ ہونا واضح ہے۔

اور اگر وہ اس سے اس نعمت کے زائل کرنے کی کسی قسم کی کوشش اور سعی نہ کرے اور اپنی اس بری تمنا کا اظہار بھی نہ کرے اور اس حسد کی وجہ سے اس آدمی کے ساتھ کوئی بھی ایسا رویہ اور طرز عمل اختیار نہ کرے جو کہ ایک مسلمان کے ساتھ شرعاً ممنوع ہے۔ تو اب دیکھا جاوے گا کہ اس نے اس نعمت کے زائل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی، اور اس کے ساتھ غلط طرز عمل کیوں اختیار نہ کیا۔ اس سے مانع کیا ہے؟ پس اگر یہ مانع اس کی عجز و کمزوری ہے، یعنی اگر اس کی قدرت ہوتی تو وہ اس آدمی کو اس حالت پر نہ چھوڑ دیتا بلکہ وہ اس سے اس عزت، دولت اور منصب وغیرہ کو زائل کرنے کی کوشش کرتا اور وہ اس سے چھین لیتا تو یہ بھی جرم و گناہ ہے۔ اور اگر یہ مانع اس کی عجز و کمزوری نہیں ہے، بلکہ تقوی اور خوف الٰہی ہے، یعنی وہ اس آدمی سے اس نعمت کے زائل کرنے کی کوشش اس لئے نہیں کرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، نیز اس کے ساتھ قولاً و فعلاً کوئی غلط طرز عمل اس لئے اختیار نہیں کرتا کہ وہ اس کو گناہ سمجھتا ہے اور خوف الٰہی کی وجہ سے اس سے باز رہتا ہے۔ تو اس صورت میں یہ امید ہے کہ اس کو معذور قرار دیا جاوے۔ اور اس سے وہ گناہ گار نہ ہو، کیونکہ اس کے دل میں جو اس آدمی سے نعمت کے زوال کی تمنا آئی ہے۔ یہ نفسانی خیالات ہیں اور اس کو دفع کرنے پر انسان قدرت نہیں رکھتا۔ تو اس کیلئے گناہ سے بچنے کیلئے یہ مجاہدہ کافی ہے کہ وہ اس غلط خیال کے مقتضی پر عمل کرنے کا ارادہ اس لئے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف اسے لاحق ہے۔ اور عبدالرزاق نے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں کہ اس سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا' بدفالی' گمان اور حسد۔ کہا گیا کہ اے تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ! پھر اس سے نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تو بدفالی کرے تو دوبارہ اس کی طرف نہ آؤ اور جب تجھے گمان آجائے تو اس کی تحقیق وتفتیش میں نہ لگ جاؤ۔ اور جب تو حسد کرے تو ظلم اور فساد مت کرو''

اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ'' کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس میں حسد نہ ہو۔ پس یہ حسد جس آدمی کو گناہ فساد اور ظلم کی طرف نہ لے جائے تو اس حسد کا اس پر کوئی وبال نہیں ہے۔'' کذا فی فتح الباری

لاتقاطعوا ولا تدابروا: یعنی ایک دوسرے کے ساتھ قطع تعلق مت کرو۔ بائیکاٹ مت کرو۔ اور بعض نے ولاتدابروا کا مطلب یہ لیا ہے کہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی بیان مت کرو یعنی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

و لا تباغضوا: اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور بعض نے اس کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذاہب مختلفہ اختیار کر کے اختلاف پیدا مت کرو۔

وقیل لا تختلفوا فی الأهواء والمذاهب لأن البدعة فی الدین والضلال عن الطریق المستقیم یوجب البغض(لمعات)

یعنی خواہشات کی پیروی کر کے مختلف مذاہب اختیار نہ کرو' کیونکہ دین میں بدعت نکالنا (اور شریعت کے بتلائے ہوئے) سیدھے راستے سے بھٹک جانا (مسلمانوں کے درمیان) بغض اور نفرت پیدا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

وکونوا عباد الله اخوانا یعنی اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بنو! یعنی اصل میں یا عباد الله الخ ہے۔ حرف ندا حذف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اور إخوانا خبر ہے' کونوا کے لئے اور یالفظ عباد الله منصوب ہے اس بناء پر کہ یہ کونوا کے لئے خبر ہے۔ اور اخوانا خبر ثانی ہے۔ اس اعتبار سے عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ: اللہ تعالیٰ کے بندے بنو۔ بھائی بھائی بنو! اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ افعال مذکورہ' یعنی ایک دوسرے سے بائیکاٹ' قطع تعلق کرنا' ایک دوسرے سے بغض رکھنا اور ایک دوسرے سے حسد کرنا' یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی عبدیت کے منافی ہیں۔ عبدیت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ دو تب جا کر اللہ تعالیٰ کے صحیح بندے بن جاؤ گے۔

لایحل للمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث: اور کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے اور اس کی مزید تفصیل وتشریح باب ماجاء فی کراهیة الهجرة میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان ثنا الزهری عن سالم عن ابیه قال: قال رسول الله ﷺ: لا حسد الا فی اثنتین' رجل آتاه الله مالاً فهو ینفق منه آناء اللیل

وآناء النهار ورجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء اليل وآناء النهار۔

هذا حديث حسن صحيح ۔ وقد روى عن ابن مسعود و ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو هذا۔

ترجمہ: حضرت سالمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسد جائز نہیں ہے، مگر دو خصلتوں میں، ایک اس آدمی کی خصلت جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس وہ آدمی اس مال میں سے رات کی ساعتوں میں اور دن کی ساعتوں میں خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرا آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہو پس وہ اس پر عمل کرتا ہے رات کی ساعتوں میں اور دن کی ساعتو میں۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے بھی اس حدیث کے موافق روایتیں جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔

حسد اور غبطہ: لاحسد الا في اثنتين: یعنی حسد جائز نہیں ہے مگر ان دو خصلتوں میں جائز ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حسد جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو ان دو خصلتوں میں جائز ہوتا۔ لیکن جائز نہیں ہے۔ اور یا مطلب یہ ہے کہ یہ دو چیزیں اتنی محمود، محبوب اور مطلوب ہیں کہ اس کے حاصل کرنے کیلئے اگر حسد بھی کرنا پڑے تب بھی اسکو حاصل کرنا چاہیئے، یعنی مبالغہ ہے کہ کسی بھی طریقے سے ان کو حاصل کرنا چاہیے۔ یا حسد کا مجازی معنی مراد ہے، یعنی غبطہ۔ کیونکہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حسد کا ایک معنی حقیقی ہے اور ایک معنی مجازی۔ حقیقی معنی میں حسد کسی صاحب نعمت سے اسکی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو کہا جاتا ہے، اور یہ بالاجماع حرام و ناجائز ہے اور حسد کا مجازی معنی یہ ہے کہ اس نعمت کے سی نعمت اپنے لئے حاصل ہونے کی تمنا کرے اس صاحب نعمت سے اسکے زوال کی تمنا کئے بغیر۔ اور اسے غبطہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ غبطہ اگر دنیوی نعمتوں میں کیا جاوے تو مباح ہے اور اگر طاعت و عبادت میں ہو تو مستحب اور کار ثواب ہے اور اس حدیث میں بھی یہی غبطہ مراد ہے، لیکن اسمیں بھی یہ اشکال ہے کہ اگر مراد غبطہ ہو تو یہ تو ہر قسم کی نعمت میں جائز ہے تو پھر ان دو خصلتوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ غبطہ اگر چہ ہر نعمت میں جائز ہے لیکن ہر قسم کی نعمت میں غبطہ کرنا شرعاً محمود اور مطلوب نہیں ہے اور مذکورہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کے متعلق شریعت مقدسہ ترغیب دیتی ہے کہ انکے حاصل کرنے کیلئے غبطہ کرو۔ فبذلك فليتنافس المتنافسون۔

رجل أتاه الله مالاً فهو ينفق منه آناء الليل و آناء و النهار۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو چاہے مال زیادہ ہو یا کم پس وہ اس مال کو خرچ کرتا ہو۔ دن اور رات کی ساعتوں میں۔ یہاں خرچ کرنے سے مراد فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے کیونکہ ایسا مال مبارک ہے اور قابل رشک ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کی غرض سے امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے۔ مثلاً مسکینوں، غریبوں کو دیا جاتا ہو، طالبان دین پر خرچ

کیا جاتا ہو۔اور جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کیا جاتا ہو۔اور جو مال ایسا ہو جس کی بدولت انسان شراب پیتا ہو،فحاشی کرتا ہو،ظلم اور بے دینی کے کاموں میں لگا دیتا ہو، یہ مال تو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت وعذاب ہے،اور آخرت میں بھی ایسے مال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنا چاہیے؟

ورجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آنا الليل و اناء النهار یعنی دوسرا اس آدمی کی خصلت قابل رشک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہو۔پھر وہ قرآن کے ساتھ برابر کھڑا ہوتا ہے۔رات کی ساعتوں میں اور دن کی ساعتوں میں۔

قیام بالقرآن: قیام بالقرآن سے مراد اس پر عمل کرنا ہے۔پھر یہ عمل کرنا عام ہے۔یعنی قرآن پاک کو نماز میں پڑھنا اور خارج نماز اس کی تلاوت کرنا اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنا اور اسکے منھیات سے اجتناب کرنا،قرآن پاک کے علوم کے نشر واشاعت کرنا،اور قرآن کے مطابق فتویٰ دینا۔اور قرآنی قانون کے مطابق فیصلے کرنا یہ سب قیام بالقرآن سے مراد ہے۔پس جس آدمی کو حفظ قرآن کریم اور علم القرآن کی دولت نصیب ہوئی اور پھر وہ رات کے اوقات میں اور دن کے اوقات میں قرآن کریم کو نماز میں پڑھتا ہے اور خارج نماز بھی۔اور قرآن کے مطابق عمل کرتا ہے اور قرآن کی خدمت میں لگا رہتا ہے تو اس آدمی کی یہ خصلت قابل رشک ہے۔

باب ماجاء في التباغض

ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھنے کا بیان

حدثنا هناد قال ثنا ابو معاوية عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: إن الشيطن قد أيس أن يعبده المصلون ولكن في التحريش بينهم: وفي الباب عن انس و سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابيه. هذا حديث حسن و أبو سفيان اسمه طلحة بن نافع.

ترجمہ:۔ ’’حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: یقیناً شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے (مومنین) اس کی عبادت کریں۔لیکن وہ مسلمانوں کے درمیان فتنے وفسادات برپا کرنے سے مایوس نہیں ہے۔‘‘ اور اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔اور سلیمان بن عمرو بن الأحوص سے البتہ اپنے والد سے روایت نقل کی ہے۔اور ابوسفیان نام طلحہ بن نافع ہے۔

شیطان کی مایوسی: ان الشيطن قد ايس ان يعبده المصلون:

بعض کا کہنا ہے کہ یہاں شیطن سے مراد جنس شیاطین ہے۔لیکن ظاہر یہ ہے کہ ابلیس، رئیس الشیاطین مراد ہے۔یعنی شیطن اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں۔

نماز ایمان کی علامت ہے: اور نماز پڑھنے والوں سے مراد مؤمنین ہیں۔لیکن مصلین کا ذکر اس وجہ سے ہوا کہ نماز تمام اعمال میں سے بہترین عمل ہے۔اور ایمان کی علامت ہے، اس بناء پر مومنین کی جگہ مصلین ذکر ہوا۔جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: نهيتكم عن قتل المصلين ۔ میں نے تم کو نماز پڑھنے والوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔اس سے بھی مراد مومنین ہیں۔یعنی کسی مومن کا قتل ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔اس میں یہ تنبیہ موجود ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نماز پڑھے گا کہ جس طرح اسکو مومن کہا جاتا ہو اسی طرح اس کو مصلی (نماز پڑھنے والا) کہا جائے۔کیونکہ قرآن وحدیث میں کبھی ایمان کی جگہ نماز اور کبھی نماز کی جگہ ایمان لایا گیا ہے۔جیسا کہ آیت کریمہ ما كان الله ليضيع ايمانكم (الاية البقرہ) یہاں عام مفسرین نے ایمان سے مراد نماز لی ہے۔اس طرح: قالوا لم نک من المصلين ۔ میں بعض کے نزدیک مصلین سے مراد مومنین ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان اور نماز لازم اور ملزوم ہیں۔ایمان کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔اس طرح نماز کے بغیر ایمان کا برقرار رہنا بھی مشکل ہے۔

أن يعبده المصلون: یعنی شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ مومنین اس کی عبادت کریں۔بعض محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں شیطان کی عبادت سے مراد۔بت پرستی یعنی بت کی عبادت کرنا ہے۔کیونکہ بت پرستی کی طرف شیطان دعوت دیتا ہے اور حقیقت میں یہ شیطان کی عبادت ہے۔جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔يا أبت لاتعبد الشيطن (الاية)"اے اباجان شیطان کی عبادت نہ کر۔" حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ براہ راست شیطان کی عبادت نہ کرتا تھا بلکہ وہ بت پرستی میں مبتلا تھا۔اور اس حدیث کے ساتھ مسلم کی روایت میں "في جزيرة العرب" کا قید بھی لگایا گیا ہے۔تو اس اعتبار سے حدیث کا مطب یہ ہوگا کہ جزیرۃ العرب میں دوبارہ بت پرستی ہونے سے شیطان مایوس ہو چکا ہے۔مسلم کی روایت کے مطابق جس میں "في جزيرة العرب" کا اضافہ بھی ہے۔امام نوویؒ فرماتے ہیں۔کہ یہ حدیث جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔یعنی جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی کے مطابق جزیرۃ العرب میں بت پرستی نہیں ہوگی۔لیکن اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان جزیرۃ العرب میں بت پرستی ہونے سے مایوس ہو چکا ہے' یعنی اسلام کی ترقی' اور استحکام کو دیکھ کر شیطان مایوس ہو گیا اور اس کو بالکل یہ امید نہ رہی کہ پھر کبھی جزیرہ العرب میں بت پرستی ہوگی۔پس اگر خدانخواستہ کبھی جزیرۃ العرب میں بت پرستی ہو جائے بھی' تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا' کہ شیطان کا گمان اور اندازہ غلط تھا' وہ مایوس ہو چکا تھا لیکن پھر بھی وہ چیز وجود میں آئی جس کے موجود ہونے سے وہ مایوس تھا۔لہذا حدیث پاک میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ درست ہے چاہے شیطان کا تخمینہ درست ہو یا غلط اور اس اعتبار سے ترمذی کی حدیث باب' مسلم کے اضافہ کے بغیر بھی درست رہے گی۔کیونکہ حدیث باب میں تو ''في جزيرة العرب'' کی قید نہیں ہے۔بلکہ اس

میں ''مصلین'' نماز پڑھنے والے یعنی مومنین عام ذکر ہے اور اکثر محدثین نے شیطان کی عبادت سے ہر قسم کے کفر وشرک مراد لے لیا ہے۔ کیونکہ تمام اقسام کفر شیطان ہی کے بتلانے سے اختیار کئے جاتے ہیں جو کہ دراصل شیطان کی عبادت کرنا ہے۔ پس اس اعتبار سے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ مومنین پھر کبھی کفر اور شرک اختیار کر کے اس کی عبادت کریں۔لیکن بسا اوقات اس طرح ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ ایمان لانے کے بعد پھر کفر وشرک میں مبتلا ہو کر مرتد ہو جاتے ہیں۔پس دنیا میں کسی بھی مقام پر یا جزیرۃ العرب میں کسی کا مرتد ہو کر کفر اختیار کرنے سے شیطان کا اندازہ تو غلط ثابت ہوگا لیکن حدیث کے معنی میں کچھ نقص نہیں آئیگا۔

شیطان کی ایک خطرناک چال: ولکن فی التحریش بینھم : لیکن شیطان اس بات سے مایوس نہیں ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑے پیدا کر کے فتنہ وفساد برپا کردے۔

امام ترمذیؒ نے تباغض (ایک دوسرے کے ساتھ بغض کرنا) کے باب میں اس حدیث کو ذکر کیا۔یہی چیز ہے جس کی شیطان کو امید ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کیخلاف بحث مباحثہ جنگ وجدل اور بغض وحسد میں مبتلا کر کے انکے درمیان جھگڑے اور فسادات برپا کردوں گا۔اور اس طریقے سے انکے دین ودنیا دونوں برباد کردونگا۔مسلمانوں کے لئے اس ارشاد مبارک میں بہت ہی ضروری اور اہم سبق موجود ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) نے اپنی امت کو شیطان کی ایک خطرناک چال کی نشاندہی کی ہے کہ جب شیطان مسلمانوں کو واپس کافر ومرتد بنانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔تو شیطان یہی چال اختیار کرے گا کہ ان کے درمیان اختلافات پیدا کر کے ان کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کردے گا۔پھر وہ آپس میں بحث مباحثہ کریں گے۔ایک دوسرے کے خلاف حجت بازی کریں گے‘ امت مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہوگی ہر گروہ اپنے جھتے کو مضبوط کرنے کی فکر میں ہوگا‘ دوسروں سے نفرت کرنے لگیں گے۔بغض حسد اور نفرت کی فضاء بن جائے گی اور جھگڑے اور فساد پیدا ہوں گے۔اس طرح مسلمانوں کی قوت‘ قابلیت اور صلاحیت ایک دوسرے کے خلاف صرف ہونے لگیں گی اور یہی چیز ان کے دین ودنیا کی بربادی کے لئے کافی ہے۔

امت مسلمہ کی موجودہ حالات پر ایک نظر دوڑایئے تو پتہ چلے گا کہ شیطان نے امت کے درمیان اختلافات پھیلانے اور ان کے درمیان بغض وحسد اور نفرت پھیلانے کے لئے کتنی مضبوط بنیادیں کھڑی کردی ہیں۔دیکھئے یہ مذہبی اختلافات اور چھوٹے چھوٹے مسائل کی وجہ سے امت میں مختلف فرقے بننا اور پھر آپس میں بغض وعداوت رکھنا اور پھر اسکی وجہ سے مسلم معاشرہ میں نفرت پھیل جانا‘ کیا یہ شیطانی چال تو نہیں جس میں وہ کامیاب رہا۔مسلمانوں کو چاہیے کہ شیطان کو خوشی کا موقع نہ دیں‘ آپس میں گروہ بندی اور فرقہ واریت کو ختم کریں اور ایک قوت بن کر باطل کا مقابلہ کریں۔

سلسلہ خطبات جمعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حقیقی محبت کے کرشمے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حباللہ (آلایۃ۔سورۃ بقرہ)

ترجمہ: اور جولوگ ایمان لاتے ہیں ان میں اللہ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

وعن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

مالک وخالق کائنات کے کلام کے یہ حصے اور محبوبؐ کے فرمانِ مبارک کے ذکر میں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ کوئی بھی مسلمانی کا دعویٰ کرنے والا انسان اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک صدق دل سے اللہ اور رسول اللہ علیہ الصلوۃ سے محبت نہ کرے۔ انسانیت کا مقصد تخلیق ہی اپنے خالق کو معبود مان کر اس کی اطاعت وعبادت ہے اب دل کی گہرائیوں سے جس سے عقیدت ومحبت جب تک نہ ہو اس کی مصنوعی یا جبری اطاعت وفرمانبرداری کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں وہی تابعداری اور حکم کی بجاآوری قابل قبول ہے۔ جس کی جڑیں دل کی گہرائیوں تک پہونچ چکی ہوں' اور وہاں تک رسائی حاکم وآمر کے ساتھ حقیقی محبت ہوئے بغیر ناممکن ہے۔

محبت کا فطری جذبہ:

محبت وعقیدت کا جذبہ نہ صرف عقلمندوں میں موجود ہے بلکہ غیر ذی عقل حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے۔ گائے' بھینس' بکری کے سامنے ایک دن گھاس ڈالنے والے کو یہی بے عقل جانور دیکھتے ہی اس کی طرف لپک اور جھک جاتا ہے۔ یہی کیفیت صرف چرند وپرند کی نہیں بلکہ درندوں کی بھی آپ کے سامنے ہے۔ شیر' بھیڑیئے اور کتے کی بھی اپنے ظاہری پالنے والے سے محبت ہوجاتی ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس کے پاؤں سے چمٹ کر اپنے مخصوص انداز میں عقیدت' تعلق اور محبت کا اظہار کرنے لگ جاتا ہے۔ محبت کا یہ فطری جذبہ انسان وغیر انسان تمام حیوانات میں موجود ہے' جس کا مشاہدہ ابتدائے آفرینش سے تمام انسانیت کررہی ہے۔ اس فطری جذبہ محبت کے لئے کسی دلیل' ٹریننگ'

تربیت اور تعلیم وتعلم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جب محبت فکر وعقل کے سانچوں میں ڈھل جائے:

جو محبت فطری وطبعی تقاضوں کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ عقل سے ثابت ہو کہ حکم کرنے والے کا حکم بظاہر اگر تکلیف اور مشقت کا باعث ہے مگر اس میں دائمی راحت وسکون ہے وہ محبت عقلی اور اس محبت کی راہ میں اگر کہیں طبعی محبت رکاوٹ اور مانع بن جائے تو ایک سمجھدار اور بالغ النظر شخص کو اس راہ میں فطری محبت کا ٹھکرانا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہوتا۔ اور اس عقلی محبت کے ثمرات اور اجور سے آگاہ فرد کے لئے اس جذبہ محبت کے مقابلہ میں خونی رشتوں، مادی ودنیاوی تعلقات سے صرفِ نظر کرنے میں جو لذت محسوس ہوتی ہے اس کا احساس وادراک صرف اس مقابلہ سے سرخرو اور کامیاب شخص ہی کو ہوتا ہے۔ کہ ظاہری ہارنے کے ضمن میں دنیا وآخرت کی کتنی بڑی نجات وفلاح ہے۔

محسن کی شکر گزاری:

دنیا میں کسی سے محبت کرنے کے اسباب میں سب سے اہم وجہ کسی کا احسان کرنا ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت سلیم میں ہے کہ یہ اپنے ساتھ احسان کرنے والے سے محبت کر کے اس کا مشکور رہتا ہے۔ جو اپنے محسن کا ممنونِ احسان اور اس سے محبت نہ کرے اسے شریعت اور عرف عام دونوں میں ناشکرا اور کیا کیا ناموں سے یاد کیا جاتا ہے،

حضورؐ کا ارشاد ہے: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (ترمذی)

ترجمہ: ''جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہ کیا''

صمیم قلب اور اخلاص سے شکریہ ادا کرنے کے ساتھ محبت کا پیدا ہونا بھی لازمی ہے۔ ورنہ یہ انسان بھی اولئک کالانعام بل ھم اضل (سورۃ اعراف) ترجمہ: یہ لوگ جانوروں (چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حد درجہ گمراہ کا مصداق بن جائے گا۔ کہ چوپایہ، درندہ تو اپنے مالک کے احسان کے بدلے ممنونیت کا اظہار کر دیتا ہے اور انسان اس سے بھی کم درجہ ہو کر ناشکری کرنے لگ جاتا ہے۔

کارخانہ عالم نعمتوں سے بھرا دستر خوان ہے:

کائنات اور اس کی نعمتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ عالم، نعمتوں سے بھرپور دستر خوان اللہ جل شانہ نے انسان کے لئے بچھایا ہوا ہے۔

وما بکم من نعمۃ فمن اللہ (سورۃ نمل) ''اور جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں''

وان تعدو انعمت اللہ لاتحصوھا (سورہ ابراہیم) ''اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو تمام کے تمام نہ گن سکو گے''

جیسے خود اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ سبقہ ابحر مانفدت کلمات اللہ الخ۔

ترجمہ: اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ (پارہ۔۲۱، سورہ لقمٰن۔آیت ۲۷)

بعض مفسرین کے مطابق کلمات اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ان نعمتوں کے گننے میں اگر کوئی لگ جائے تو زندگیاں ختم ہو جائیں گی، گننے کے اسباب ناپید ہو جائیں گے مگر ان نعمتوں کو شمار کرنے کے احاطہ میں لانا پھر بھی ناممکن بلکہ محال ہے۔فانی دنیا کے فانی احسان کے صلہ میں محبت کو لازم تصور کیا جاتا ہے۔تو اس عظیم محسن حقیقی جبکہ دنیوی احسانات اور منافع کا سرچشمہ بھی وہی ذات اقدس ہے اس کے بے پناہ احسانات کے جواب میں اسے محبوب نہ ماننے سے بڑھ کر گناہ اور جرم اور کیا ہوگا۔

اللہ کی محبت تب حاصل ہوگی جب ہمارا دل دنیا اور اس کے علاوہ اور اشیاء کی محبتوں سے خالی ہو جائے۔اللہ کی محبت کے لئے ضروری ہے کہ دنیا و مافیہا کی آلائشوں اور ساز و سامان سے محبت کو دل سے باہر پھینک دیا جائے حضور ﷺ نے دنیا مومن کے لئے جیل خانہ اور کافر کے لئے جنت قرار دی ہے۔تو کیا ایسا فاتر العقل انسان ہوگا جسے جیل کہا جائے اسے اپنی محبت وعقیدت کا مرکز بنا کر دل میں اس کے حاصل کرنے کی خواہش لے کر پھرتا رہے۔عرف عام میں ایسے فرد کو صرف مجنون ہی کے نام سے پکارا جاسکتا ہے۔محبت ہو تو ایسے محبوب سے ہو جس کو فنا اور زوال نہ ہو۔جو باقی ہے وہ تو صرف اللہ ہی کا نام اور ذات ہے۔باقی تمام دنیاوی اشیاء جن کو قرآن نے متاع کا نام دے کر متاع الدنیا قلیل کے خوبصورت الفاظ پہنائے نیست و نابود ہونا ہے۔حسرت و افسوس ہو ہمارے عقول پر کہ ہم فانی کو باقی پر ترجیح دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: زین للناس حب الشهوات من النساء و النبين و القناطير المقنطرة من الذهب و الفضة و الخيل المسومة و الانعام و الحرث ذالک متاع الحيوة الدنيا و الله عنده حسن الماب. (ال عمران) ''پسندیدہ چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے (یعنی مرغوب ومحبوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو فریفتہ کیا ہے) جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے (مال و دولت) خزانے سونے اور چاندی کے' اور نشاندار گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھانے کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے پاس ہے''

یعنی مستقل نجات وفلاح ان اشیا کے حصول میں نہیں دنیا کی زندگی جو چند روزہ' عارضی اور فانی ہے اسی مختصر دورانیہ کے دوران تو ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔مستقل اور کامیاب زندگی آخرت کی ہے اور وہ صرف اللہ سے محبت' اس کی خوشنودی اور قرب سے حاصل ہوسکتی ہے۔ان مذکورہ اشیاء سے محبت دنیاوی زندگی گزرانے کے لئے لازمی ہے مگر یاد رہے کہ یہ تعلق صرف دنیا میں مختصر عرصہ گزرانے کی غرض تک ہو۔مطمع نظر اللہ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی بجا آوری ہو۔ .... (جاری ہے)

ڈاکٹر محمد جنید ندوی *

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ

(حیات اور علمی وملّی خدمات کا مختصر تعارف)

(۱۰۰) نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں: یہ امریکہ کے شہر ''شکاگو'' میں اسلامی تنظیموں اور اداروں کے کارکنان سے ۱۹۷۷ء میں کیا جانے والا مولانا کا ایک نصیحت آموز خطاب ہے۔ اِسے کتابی شکل میں مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا[۵۶]۔ پھر، ''مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں'' کے نام سے مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا[۵۷]۔ کتاب کا مقدمہ مولانا محمد الحسنی نے قلم بند کیا ہے۔

(۱۰۱) ہندوستانی مسلمان: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ہے جس میں اُنہوں نے برصغیر پاک و ہند کی تہذیب وتمدن کی تعمیر میں مسلمانوں کے حصّے کو مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کو مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

(۱۰۲) یورپ، امریکہ اور اسرائیل: یہ مولانا علی میاں کی ایسی کتاب ہے جس میں حقیقتِ حال کا برملا اظہار ہے۔ مسلمانوں کے لیے چشم کشا انکشافات ہیں اور اُمت مسلمہ کو مستقبل کے حوالے سے تنبیہ بھی کی گئی ہے۔ اس کتاب کو مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

عربی تالیفات وتصنیفات

(۱) أذاهبت ریح الایمان: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عربی تالیف ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کے احیاء کے پیش نظر لکھی گئی۔ ۱۹۵۳ء مطابق ۱۳۷۲ھ میں مولانا نے تحریک اصلاح و جہاد کی اثر انگیز تاریخ کو سادہ عربی زبان میں مرتب کرنا شروع کیا تاکہ اسلامی تحریک کے قائد ''سید احمد شہید'' کا مقام ومرتبہ اور مومنانہ ومجاہدانہ کردار عربوں کے سامنے آجائے۔ بعد میں اِس کتاب کو مولانا کے برادر زادے مولوی محمد الحسنی نے ''جب ایمان کی بہار آئی'' کے نام سے اردو زبان میں منتقل کیا۔ یہ کتاب مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، نے شائع کی ہے[۵۸]۔

(۲) أیھا العرب: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ آپ نے

* سربراہ: شعبہ علوم اسلامیہ وثقافت، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۳) اسمعو ھامنی صریحۃ: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ آپ نے دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے

(۴) العرب والاسلام: مولانا علی نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ آپ نے دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۵) اسمعی یازھرۃ الصحراء: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ آپ نے دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے

(۶) اسمعی یاسوریا: مولانا علی میاں نے اپنے پہلے اور دوسرے سفر حجاز ومصر وغیرہ سے قبل دعوتی نقطۂ نظر سے چند عربی مضامین تحریر فرمائے تھے۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا[۵۹]۔

(۷) اسمعی یامصر: مولانا علی میاں نے اپنے پہلے اور دوسرے سفر حجاز ومصر وغیرہ سے قبل دعوتی نقطۂ نظر سے چند عربی مضامین تحریر فرمائے تھے۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادِ عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا[۶۰]۔ مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں اِس مضمون کے بارے میں خود فرماتے ہیں: ''اسمعی یامصر، کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جو تحیہ، عتاب، نقد اور توجیہ سب کچھ ہے''[۶۱]۔

(۸) الارکان الاربعہ: مولانا علی میاں کے قلم سے، اسلام کے بنیادی ارکان پر لکھی جانے والی مبسوط اور منفرد عربی کتاب ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''ارکانِ اربعہ'' کے نام سے مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، نے شائع کیا ہے

(۹) الدعوۃ الاسلامیہ وتطوراتھافی الھند: مولانا نے یہ عربی مضمون ''جمیۃ الشبان المسلمون'' کے استقبالیے میں پڑھا تھا۔ اِس مضمون میں ہندوستان کی تجدید واحیائے دین کی مختلف کوششوں کا مختصر ذکر آ گیا ہے۔ اس رسالے کا ذکر مولانا نے مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے[۶۲]۔

(۱۰) السیرۃ النبویہ: یہ مولانا علی میاں کی زبانِ مبارک سے سیرت النبی ﷺ پر قلم بند ہونے والی عربی کتاب ہے۔ زندگی کے آخری ایام میں ضعف بصارت اور ایک آنکھ کے زیاں کے باعث، مآخذ اور حوالوں کیلئے اپنے معاونین اور

کاتب کی مدد سے یہ کتاب املا کروائی گئی (۶۳)۔ کتاب میں چھٹی صدی میں موجود روم، فارس، ہندوستان، عرب اور یورپ میں بسنے والی اقوام کی ذہنی حالت کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے، اور خاص طور پر جزیرۃ العرب کا تاریخی، جغرافیائی، سماجی، معاشی اور دینی منظر نامہ پیش کیا گیا ہے۔ ایک مستند کتاب ہونے کی وجہ سے اسکا ترجمہ کئی زبانوں میں ہوا ہے (۶۴)۔ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، نے ''سیرت رسول اکرمؐ'' کے نام سے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۱۱) الصراع بین الاسلام والمادیہ: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اِس کتاب میں ایمان اور مادیت کے فلسفے کا فرق بیان کیا ہے۔ ماضی کی مثالیں دیتے ہوئے دور حاضر میں ایمان اور مادیت پرستی کی کشمکش پر گفتگو کی ہے۔ المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے شائع کی۔

(۱۲) العرب یکتشفون انفسھم: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا اور دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین لکھے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلادعرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنا دیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۱۳) القادیانیہ ثورۃ علی النبوۃ المحمدیہ: یہ مولانا علی میاں کی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ عربی میں لکھا ہوا ایک خط ہے جو مولانا نے قادیانیت کے بارے میں صحیح حالات سے آگاہ کرنے کے لیے اپنے مصری اور شامی احباب کے نام لکھا تھا، پھر اس کو ایک رسالے کی شکل میں شائع کیا گیا۔ نصر اللہ خان عزیز کے نام لکھے ہوئے خط سے اندازہ ہوتا ہے کے یہ عربی خط غالباً ۱۹۶۰ء سے پہلے لکھا گیا تھا (۶۵)۔

(۱۴) القادیانی والقادیانیہ: عربی زبان میں لکھی گئی کتاب ہے۔ اِس کا مقصد عرب ممالک کے باشندوں کو قادیانی تحریک کے مضمرات ونتائج سے آگاہ کرنا تھا، کیونکہ اُس وقت وہ قادیانیت پھیلانے میں سرگرم تھے، اور قادیانیت ہی کو اصل اسلام کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ بعد میں اِس کتاب کو اُردو کا جامہ پہنا کر ''قادیانیت: مطالعہ و جائزہ'' کے عنوان سے بھی شائع کیا گیا۔ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ مولانا نے اِس کتاب میں قادیانیت کے بانیوں کا تعارف کرایا ہے۔ اُن کے عقائد اور دعوت کے تدریجی ارتقاء کا محققانہ جائزہ لیا ہے اور قادیانیت کے بطلان کے ثبوت پیش کیے ہیں۔ اِس تالیف کو المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے عربی اور مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے اردو میں شائع کیا۔

(۱۵) القراءۃ الراشدہ: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے منتظم کی حیثیت سے عربی زبان کی تدریس کے لیے مفید نصابی کتابیں مرتب کیں، جو برصغیر پاک و ہند کے مدارس کے علاوہ عالم عرب میں بھی مستعمل ہیں۔ یہ کتاب اُن میں سے ایک ہے۔

(۱۶) القمر (چاند): علامہ اقبال کی ایک اردو نظم ہے۔ مولانا علی میاں نے ۱۶ برس کی عمر میں اِس کا عربی ترجمہ کیا

اورخود علامہ اقبال سے اس کی داد و وصول کی (۶۶)۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے عربی اور مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے اردو میں شائع کیا۔

(۱۷) المرتضٰی: حضرت علیؓ ابنِ ابی طالب کی سیرت پر لکھی گئی مفصل اور معروف کتاب ہے جو مولانا علی میاں نے عربی زبان میں تحریر کی۔ اِس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہوا ہے۔ دارالقلم، دمشق نے ۱۹۸۹ء میں شائع کی۔ اردو میں اس کتاب کو مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

(۱۸) المسلمون: دمشق (شام) سے شائع ہونے والا ایک قدیم و مستند عربی مجلّہ ہے۔ پچاس کی دہائی میں مولانا علی میاں کے عربی مضامین اُس وقت کے مشہور و معروف عرب اہل قلم و دانش کے پہلو بہ پہلو اِس مجلّے میں شائع ہوتے رہے۔ شیخ علی طنطاوی نے مولانا علی میاں کو اسی مجلّے میں علامہ اقبال کے کلام کا عربی ترجمہ کرنے کی ترغیب دلائی تھی تاکہ عرب دنیا بھی اقبال سے متعارف ہو سکے (۶۷)۔

(۱۹) النبوۃ والانبیاء فی ضوء القرآن: مولانا کی یہ عربی کتاب عقل پر وحی کی برتری ثابت کرنے حوالے سے لکھی گئی ہے

(۲۰) النبویات فی الشعر الدکتور محمد اقبال: سعودی ریڈیو سے نشر ہونے والی مولانا کی ایک تقریر ہے، جو بعد میں عربی مجلّے میں شائع ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۶۸)۔

(۲۱) الی ممثلی البلاد الاسلامیۃ: مولانا کا ایک دعوتی مضمون ہے جو تقسیم ہندستان سے قبل دہلی میں ہونے والی ایک ایشیائی کانفرنس کے عرب مندوبین سے ایک دعوتی خطاب کی صورت میں پڑھا گیا۔ اِس رسالے میں عربوں کو چودہ سو سال قبل والا پیغامِ توحید و ہدایت یاد دلایا گیا ہے (۶۹)۔ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے اِس کا اردو ترجمہ شائع کیا۔

(۲۲) بین الجبایہ والہدایہ: مولانا نے اپنے پہلے اور دوسرے سفر حجاز و مصر وغیرہ سے قبل دعوتی نقطۂ نظر سے چند عربی مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلاد عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد معروف و محبوب بنا دیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے (۷۰)

(۲۳) بین الصورۃ والحقیقہ: مولانا نے اس تحریر میں اسلام کے تصور جسم و روح یا صورت و حقیقت کو بیان کیا ہے۔ پھر اِن دونوں کے درمیان تعلق کو واضح کرتے ہوئے روح کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ یہ کتاب المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی۔

(۲۴) تاملات فی سورۃ الکہف: یہ کتاب قرآنی مطالعے کا نچوڑ پیش کرتی ہے۔ مولانا کی اس تالیف کو مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے اردو زبان میں ''قرآنی اِفادات'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب مضامین قرآن پر مشتمل ہے۔

(۲۵) ترجمۃ الامام السید احمد بن عرفان الشہید: سترہ برس کی عمر میں سید احمد شہید کی سیرت پر لکھی گئی مولانا علی میاں کی پہلی عربی تحریر ہے۔ اس کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کے احیاء کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اسے علامہ رشید رضا مصری نے

اپنے مجلّے ''المنار'' میں شائع کیا تھا۔ اِس کے بعد کتابی صورت میں مصر سے اور پھر اضافوں کے ساتھ ہندوستان سے اردو میں شائع ہوئی۔ اِسے مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے بھی شائع کیا ہے (۷۱)۔

(۲۶) تقویۃ الایمان: تحریک اصلاح و جہاد کے حوالے سے یہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا آخری علمی کام ہے۔ مولانا نے ''تقویۃ الایمان'' کا عربی ترجمہ اور اُس پر حواشی نگاری کی ہے جس میں اُن رسوم وعادات اور مقامات کی وضاحت کی گئی ہے جن کی تفہیم عام، اور بلخصوص عرب قارئین کے لیے مشکل ہے۔ اِس کتاب پر مولانا علی میاں کے مقدمے اور حواشی کو اردو زبان میں بھی منتقل کیا جا چکا ہے، جسے مختلف ناشرین نے شائع کیا ہے۔

(۲۷) حلول محمد ﷺ للمشاکل الفردیہ والاجتماعیہ: ہفتۂ سیرت کے سلسلے میں سعودی ریڈیو سے نشر ہونے والی مولانا کی ایک تقریر ہے جو بعد میں عربی مجلّے میں شائع ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۷۲)۔

(۲۸) ردۃ ولا ابا بکر لھا: اس کتاب کی تالیف کی بنیاد مولانا کے وہ دو عربی مضامین ہیں جو شام کے مجلّے ''المسلمون'' کے ۱۹۵۸ اور ۱۹۵۹ کے شماروں میں شائع ہوئے تھے۔ اِن کا موضوع ''ارتداد'' تھا (۷۳)۔ کتاب میں مولانا علی میاں نے بیسویں صدی کے آخری دور کو عالم اسلام کے ارتدادا کا دور قرار دیا ہے۔ یہ ارتداد ہمہ گیر اور قوت کے اعتبار سے انتہائی کامیاب ہے۔ مسلمانوں کا کوئی علاقہ اس سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ اِس ارتداد کی ایک شکل عالم اسلام کے خلاف یورپ کی ثقافتی یلغار ہے اور دوسری مادہ پرستانہ فلسفے پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی نظام زندگی کا پرچار اور فروغ ہے، جس کی بنیاد وحی، نبوت اور زندگی بعد موت (اور جوابدہی) کا انکار ہے۔ اِس ''ارتدادی طوفان'' نے اخلاقی اقدار کو یکسر بدل دیا ہے۔ نتیجتاً، حیوانی خواہشات کی تسکین ہی افراد اور قوموں کا منتہائے نظر قرار پا گیا ہے۔ یہ کتاب المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے اہم حصوں کا اردو ترجمہ: ''ذہنی واعتقادی ارتداد'' کے نام سے، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے ۲۰۰۱ء میں تیسری مرتبہ شائع کیا۔

(۲۹) رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام: یہ کتاب اسلام کے فکری قائدین کے تذکروں پر مشتمل مولانا کے وہ لیکچرز ہیں جو اُنہوں نے ۱۹۵۶ء مطابق ۱۳۷۵ھ میں دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے ارشاد فرمائے تھے۔ اِس کتاب کو دمشق یونی ورسٹی نے ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۷۹ھ میں شائع کیا تھا (۷۴)

(۳۰) روائع اقبال: یہ کتاب مولانا علی میاں کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو علامہ اقبال پر عربی زبان میں لکھے گئے۔ مصر و شام کی علمی مجالس میں پڑھے گئے۔ عربی مجالات میں شائع ہوئے اور ریڈیو سے نشر بھی ہوئے۔ ''روائع اقبال'' دیارِ عرب میں اقبالیات کو متعارف کرانے والی کتاب ہے۔

اِس کتاب نے عالمِ عرب کو کلامِ اقبال کے صحیح ذائقے سے روشناس کرایا۔ مولانا نے علامہ اقبال کی اہم

نظموں اور متفرق اشعار سے اسلام کے بنیادی فلسفے، تعلیمات، روح اور ملتِ اسلامیہ کی تجدید و اصلاح کے لیے اقبال کے افکار کو دلنشیں نثری مضامین کے پیرائے میں ڈھالا۔ دار الفکر، دمشق نے ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۷۹ھ میں اِن مضامین کو شائع کیا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''نقوشِ اقبال'' مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔

(۳۱) روح العالم العربی: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ آپ نے دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلاد عرب کے پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنا دیا۔ یہ مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۳۲) فی ظلالِ البعثۃ المحمدیہ: یہ عربی مقالہ ہے جس میں مولانا علی میاں نے تجدید و احیائے دین کیلئے کام کرنے والے عام وخاص افراد کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے شائع کیا ہے

(۳۳) قصص النبیین للاطفال: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے منتظم کی حیثیت سے عربی زبان کی تدریس کے لیے مفید نصابی کتابیں مرتب کیں، جو برصغیر پاک و ہند کے مدارس کے علاوہ عالم عرب میں بھی مستعمل ہیں۔ یہ کتاب اُن میں سے ایک ہے۔ پانچ حصوں میں بچوں کے لیے لکھی گئی یہ کتاب انبیائے کرام علیھم السلام کی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ کتاب میں انبیائے کرامؑ کے واقعات نہایت سادہ مگر دلنشیں پیرائے اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۳۴) کیف دخل العرب التاریخ: مولانا نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ دعوتی نقطۂ نظر سے مضامین تحریر فرمائے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلاد عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنا دیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۳۵) کیف ینظر المسلمون الی الحجاز و جزیرۃ العرب: مولانا علی میاں نے عالم عربی کو بیدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں سے کام لیا۔ اور دعوتی مضامین لکھے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلاد عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد معروف کر دیا۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔

(۳۶) ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین: ۱۹۴۷ء میں لکھی گئی اس عربی کتاب نے سارے عالم عرب سے خراج تحسین وصول کیا۔ یہ بیسویں صدی کی سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب ہے۔ ۱۹۵۰ء مطابق ۱۳۶۹ھ میں قاہرہ سے اور دار القرآن الکریم، سوریہ سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ اِس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اردو ترجمہ ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے زوال کے اثرات'' کے نام سے ہوا ہے۔ یہ کتاب اب ایک ''Classic'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس کتاب میں بنی اُمیہ اور بنی عباس کے دورِ حکومت کا بے لاگ جائزہ لیا ہے۔ حکمرانوں کے بے لگام اختیارات، جبر اور تعیش، دین اور سیاست کی عملی تفریق، صلحائے اُمت کی جدوجہد اور اصلاح حال کی کوششیں، مسلمانوں کے زوال کے

اثرات جیسے موضوعات اس علمی کاوش کا حصہ ہیں۔

(۳۷) محمد اقبال فی مدینۃ الرسول: یہ مولانا کا ایک شاہکار عربی مضمون ہے جو اسی عنوان سے ۱۹۵۶ء مطابق ۱۳۷۵ھ میں دمشق ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوا تھا۔ اس مضمون کو مولانا علی میاں نے اضافوں کے ساتھ اُردو زبان کے خوب صورت قالب میں ڈھالا ہے جو ''اقبال دردِ دولت پر'' کے نام سے اب مصنف کی کتاب ''نقوشِ اقبال'' کا حصہ ہے۔ اِس مضمون میں علی میاں نے علامہ اقبال کی نظم ''ارمغانِ حجاز''، جسے وہ اقبال کے خیالی سفر حرمین الشریفین کی روداد قرار دیتے ہیں، کے مختلف حصوں سے اقبال کے روحانی سفر کی تفصیل کو دل نشیں انداز سے مرتب کیا ہے (۷۵)۔

(۳۸) محمد رسول اللہ: یہ سیرت مصطفیٰ ﷺ پر مولانا کا ایک شاہکار عربی مضمون ہے۔

(۳۹) مختارات: عربی ادبِ نثر کی ایک بہترین کتاب ہے۔ مولانا علی میاں کی یہ تالیف، علماء اور طلباء دونوں کیلئے یکساں طور پر مفید ہے اور ادبِ عربی کی ایک اہم تعلیمی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اِس کتاب میں عہد رسالت مآب ﷺ سے لیکر دورِ جدید تک کے عربی ادب کے نمونے پیش کیے گیے ہیں۔ ''مختارات'' میں جمع کیے گئے ادبی شہ پاروں کے ذریعے مولانا عام مسلمانوں اور بالخصوص علماء میں دعوت دین اور خدمتِ اسلام کیلئے حسنِ نیت، سوز ودرد، سرفروشی اور حسنِ سیرت وکردار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

(۴۰) مذکّرات سائح فی الشرق العربی: اکتوبر ۱۹۵۱ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ میں مشرقِ وسطیٰ کے ممالک اور تیسرے حج کے طویل سفر کے بعد ہندوستان واپسی پر مولانا کی لکھی ہوئی ڈائری ہے جو مصر سے چھپی تھی۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ''شرقِ اوسط کی ڈائری'' کے نام سے کئی بار مجلس نشریاتِ اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

(۴۱) مضامین: یہ مولانا کے دور طالب علمی کے عربی مضامین ہیں جو مصر کے صاحب طرز ادیب ''سید مصطفیٰ لطفی المنفلوطی'' سے متاثر ہو کر اُن کی کتاب ''النظرات'' پر لکھے تھے (۷۶)۔ اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی۔

(۴۲) مضامینِ قرآن: یہ مولانا علی میاں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ مولانا کی نظر میں علم الکلام کی تعلیم کے لیے مستعمل کتابیں مثلاً ''شرح نسفی'' وغیرہ نہ صرف ناکافی، بلکہ مضر تھیں، اس لیے وہ کلام کی کتب کی از سرنو تدوین وترتیب کو ضروری سمجھتے تھے۔ چونکہ کوئی متبادل کتاب اُن کی نظر میں موجود نہ تھی، لہذا اُنہوں نے اِس کتاب ''مضامینِ قرآن'' سے فائدہ اُٹھانے کا مشورہ دیا (۷۷)۔

(۴۳) معقل الانسانیہ: مولانا کا ایک دعوتی رسالہ ہے جس میں خطاب عربوں ہی سے ہے۔ اس رسالے کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۷۸)۔

(۴۴) مقالات: نظام تعلیم پر مولانا علی میاں کے مقالات ہیں جو عربی مجلّے ''البلاد السعودیہ'' میں سلسلہ وار شائع ہوئے۔ اِن مقالات میں انہوں نے ایک اسلامی ملک میں تعلیم کا تصور پیش کرنے کی کوشش کی اور ''جماعت اسلامی''

کی کوششوں کا صراحتہً ذکر کیا۔ اس بات کا ذکر علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۷۹)۔

(۴۵) من الجاھلیہ الی الاسلام: اس رسالے کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۸۰)۔

(۴۶) من الجزیرۃ الی العالم: سعودی ریڈیو سے نشر ہونے والی مولانا کی ایک تقریر، جو بعد میں عربی مجلے میں شائع ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۸۱)۔

(۴۷) من العالم الی جزیرۃ العرب: سعودی ریڈیو سے نشر ہونے والی مولانا کی ایک تقریر، جو بعد میں عربی مجلے میں شائع ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا علی میاں نے مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں کیا ہے (۸۲)۔

(۴۸) من غارِ حرا: مولانا علی میاں نے اپنے پہلے اور دوسرے سفر حجاز و مصر وغیرہ سے قبل دعوتی نقطۂ نظر سے چند عربی مضامین تحریر فرمائے تھے۔ یہ عربی مضمون اُن ہی میں سے ایک ہے۔ اِن مضامین نے مولانا کو بلاد عرب کے عام پڑھے لکھے طبقے میں بے حد مانوس اور محبوب بنادیا (۸۳)۔

(۴۹) واعتصماہ: یہ عربی کتاب ہے جس میں مولانا نے تجدید و احیائے دین کے لیے اُمتِ مسلمہ کی وحدت کو ضروری قرار دیا ہے۔ کتاب میں مسلمانوں پر تنقید کی ہے۔ اُن کی زبوں حالی اور وحدت کے فقدان کا سبب، نوآبادیاتی اثرات، ذاتی وگروہی نفسانی خواہشات اور جاہلی عصبیتوں کے تحت ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا گردانا ہے۔ یہ کتاب المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ نے ۱۹۸۰ء میں شائع کی۔

انگریزی کتب

مولانا سید ابوالحسن ندویؒ اُمت مسلمہ کے لیے عربی اور اردو زبان میں اسلامی تصنیفات اور تحقیات کا عریض و عمیق اور متنوع ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ ذیل میں مولانا کی چند کتب کی فہرست پیش کی جارہی ہے جو انگریزی زبان میں منتقل ہو چکی ہیں۔

1. A Guidebook for Muslims
2. Appreciation and Interpretation of Religion in the Modern Age
3. Faith versus Materialism
4. From the depth of heart in America
5. Glory of Iqbal
6. Islam and Civilization
7. Islam and the world
8. Islamic Concept of Prophethood
9. Life and Mission of Muhammad Ilyas

10. Life of Caliph Ali
11. Muhammad Rasoolullah
12. Muslims in India
13. Qadianism (A critical study)
14. Saviours of Islamic Spirit (complete in 4 volumes)
15. Stories of the Prophets
16. The Four Pillars in Islam
17. The Musalman
18. The Pathway to Madina
19. Western Civilization- Islam and Muslims

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی چند اہم ملّی خدمات

☆ اسلام کی تجدید واحیائے دین کے لیے پوری زندگی تج دی۔

☆ دنیا کے گوشے گوشے میں دعوت وارشاد کا کام پھیلایا اور اُسے منظم کیا۔

☆ ۱۹۵۴ء میں ''تحریک پیغامِ انسانیت'' کی تنظیم کے تحت تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے ہندو مسلم بدگمانیوں اور عداوت کو دور کرنے کی کوشش کی۔

☆ ہندوستانی مسلمانوں ک لیے عائلی قوانین مرتب کر کے اُنہیں نافذ کرانے میں کامیابی حاصل کی۔

☆ ''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' کی تنظیم قائم کر کے خالص اسلامی ادبیات کے فروغ اور اسلامی دنیا کے مسلم ادباء کے وسیع حلقہ کو مربوط کر دیا۔

☆ جامعہ اکسفورڈ میں اسلامی تہذیب کے مطالعے کا مرکز قائم کر کے اُسے فعال اور نتیجہ خیز بنانے کی کوشش کی۔

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کو صحیح معنوں میں اسلامی یونیورسٹی بنا دیا۔

☆ ۱۸۷ کتب ورسائل کے مؤلف قرار پائے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے اعزازت

☆ بانی رکن، مجلس تاسیس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

☆ بانی رکن، مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

☆ رکن، مجلس عاملہ مؤتمر عالم اسلامی بیروت، لبنان

☆ وزیٹنگ پروفیسر، جامعہ دمشق اور جامعہ مدینہ منورہ

☆ صدر، عالمی رابطہ ادب اسلامی

☆ رکن، عربی اکیڈمی دمشق

☆ صدر، اُکسفورڈ سنٹر آف اسلامک سٹڈیز

☆ رکن، مجلس انتظامی اسلامک سنٹر جینیوا

☆ ناظم، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، انڈیا

☆ رکن، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، انڈیا

☆ صدر، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، انڈیا

☆ صدر، مجلس انتظامی ومجلس عاملہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، انڈیا

☆ صدر، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

☆ رکن شوریٰ، مسلم مجلس مشاورت ہند

☆ اعزاز، شاہ فیصل ایوارڈ برائے سال ۱۹۸۰ء مطابق ۱۴۰۰ھ

☆ اعزاز، اہم ترین اسلامی شخصیت برائے سال ۱۹۹۹ء مطابق ۱۴۱۹ھ (متحدہ عرب امارات)

☆ تیس سے زائد بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت

☆ ۱۸۷ کتب ورسائل کے مؤلف

☆ کتب کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہوا

حرفِ اختتام

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی حیات وافکار اور اُن کے علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں کو قلم بند کرنا ایک مختصر مقالے میں ممکن ہی نہیں ہے۔ مولانا علی میاںؒ نے کم وبیش ۱۸۷ چھوٹی بڑی کتب تحریر فرمائی ہیں۔ دنیا کے ۱۵۷ اسلامی ممالک میں شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہو جہاں اس یکتائے روزگار شخصیت کے تحریری یا تقریری اثرات بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ پہنچے ہوں۔ راقم السطور نے اپنی اِس حقیر کاوش میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے حالاتِ زندگی اور تعلیم و تربیت، اُن کی تدریسی اور علمی خدمات کو انتہائی مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِس مقالے میں مولانا علی میاںؒ کی ۱۰۲ اردو، ۴۹ عربی اور ۱۹، انگریزی تالیفات وتصنیفات اور خطبات وتقاریر کا تعارف پیش کیا ہے، جو یا تو عربی سے اُردو زبان میں منتقل ہو چکی ہیں یا پھر، اُردو زبان میں ہی لکھی ہوئی یا کی گئی تقاریر ہیں، اور اب کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ انگریزی میں ترجمہ ہونے والی کتب کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ ان تمام کتب کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ کی تمام علمی اور عملی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور

فرمائے اور اُن کو جنت کے اعلیٰ ترین درجات عطا فرمائے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُمت مسلمہ کو اُن جیسی عظیم شخصیات سے نوازتا رہے۔ آمین!

حواشی

۱۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۲ء۔ دیکھیے مقالہ: سیّد رضوان علی ندوی: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ۔ سوانحی خاکہ''۔ ''میاں'' کا لفظ ہندوستان میں سیّدوں کے نام کے بعد لگایا جاتا ہے۔ ص ۱۷۔

۲۔ مولانا علی میاںؒ کی اِن صفات کی گواہی متعدد اہل علم و دانش نے دی ہے۔ بطور مثال دیکھیے: سید سلیمان ندوی ص ۷، عبدالماجد دریابادی اور محمد منظور نعمانی ص ۸، مولانا مسعود عالم ندوی ص ۱۴، جلیل احسن ندوی ص ۱۶۴، نصر اللہ خان عزیز ص ۱۵۵، خورشید احمد صفحات ۱۳۔۱۸، ظفر اسحاق انصاری ص ۱۰، سفیر اختر ص ۱۱، سید رضوان علی ندوی ص ۱۷، سید ابوبکر غزنوی ص ۱۷۹، خالد علوی ص ۱۶۸، محمد طفیل ہاشمی صفحات ۱۸۷۔۱۹۱، محمد الغزالی ص ۲۴۳، خورشید رضوی ص ۲۱۳، فضل الرحیم ص ۲۳۷۔ کتاب: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، ترتیب وتدوین: سفیر اختر، حوالہ بالا۔

۳۔ اس مقالے میں ہجری اور عیسوی تاریخوں کی مطابقت کو ظاہر کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

(۱) ''جوہر تقویم'' ضیاالدین لاہوری، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء

(۲) ''تقویم تاریخی'' عبدالقدوس ہاشمی، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

۴۔ ڈاکٹر ارشد اسلم، "Maulana Saiyid Abul Hasan 'Ali Nadvi: His Career & works (1914 -1999)" ہمدرد اسلامکس، جلد ۲۷، شمارہ ۱، ص ۴۲۔ پروفیسر خورشید احمد نے مولانا علی میاں کی تاریخ پیدائش ۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ مطابق جنوری ۱۹۱۴ء بیان کی ہے۔ دیکھیے: ''ترجمان القرآن''، جلد ۱۲۷، عدد ۲، فروری ۲۰۰۰ء مطابق ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ، ص ۶۷۔ اور سید رضوان علی ندوی نے تاریخ پیدائش ۶ محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۴ء بیان کی ہے۔ دیکھیے: سیّد رضوان علی ندوی، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ۔ سوانحی خاکہ۔'' کتاب: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، ترتیب وتدوین: سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ص ۷۷

۵۔ خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، جلد ۱۲۷، عدد ۲، فروری ۲۰۰۰ء مطابق ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ، ص ۶۷، اور ایم۔ ایچ۔ فاروقی، "Impact International" مجلد ۳۰، شمارہ ۲، فروری ۲۰۰۰ء، ص ۴۷

۶۔ سیّد رضوان علی ندوی، مقالہ: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ۔ سوانحی خاکہ۔'' کتاب: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، ترتیب وتدوین: سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ۱۷۔۸۷۔ (خانوادہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی، جس کے ایک فرد 'سید احمد شہید' بانی ''تحریک اصلاح وجہاد'' تھے)۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھیے: خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، حوالہ مذکورہ، ص ۶۷

۷۔ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ لکھنوی، ''نزہۃ الخواطر'' جلد اوّل۔ مزید تفصیل: سیّد رضوان علی ندوی، حوالہ مذکورہ بالا ص ۴۳

۸۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''ذکر خیر''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۷ء، صفحات ۲۲۔۲۳ اور ۴۶۔۴۷

۹۔ خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، حوالۂ مذکورہ، ص ۶۷، نیز: سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، صفحات ۷۷۔۷۸

۱۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ایضاً حوالۂ بالا

۱۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مضمون: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی''، کتاب: ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، تیب وتدوین: سفیر اختر، حوالۂ مذکورہ، صفحات ۲۱۔۵۸۔ نیز: سیّد رضوان علی ندوی، صفحات ۷۱۔۹۳۔ نیز: خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، حوالۂ مذکورہ، ص ۶۸

۱۲۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، ص ۷۱، ص ۸۰۔۸۱

۱۳۔ ایضاً، صفحات ۷۸۔۸۳

۱۴۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''کاروانِ زندگی''، لکھنؤ، اشاعتِ دوم ۱۹۴۴ء، صفحات ۱۳۹۔۱۴۰، اور صفحات ۲۹۴۔۲۹۵۔ مزید دیکھیے: عبداللہ عباس ندوی ''میرِ کاروان''، مجلسِ علمی نئی دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۶۱۔ مزید دیکھیے: ڈاکٹر ارشد اسلم، "Maulana Saiyid Abdul Hasan 'Ali Nadvi: His career & works (1914-1999)" ہمدرد اسلامکس، جلد ۲۷، شمارہ ۱، ۲۰۰۲ء، ص ۴۵

۱۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۸۳

۱۶۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے خط بنام: مولانا محمد فضل، ص ۲۶۳، سفیر اختر، حوالۂ مذکورہ۔

۱۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال''، حوالۂ مذکورہ، ص ۸۵

۱۸۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۷۰ ۱۹۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۲۴۶ ۲۰۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۵۱

۲۱۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۱۳۷ اور ص ۹۷

۲۲۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مقالہ: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی'' بر کتاب: سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالہ مذکورہ، ص ۲۸

۲۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال''، حوالۂ مذکورہ، ص ۱۱۶

۲۴۔ حوالۂ بالا، ص ۲۳۷

۲۵۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''پاجا سراغِ زندگی''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۸ء، صفحات ۸۴۔۹۰

۲۶۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''پرانے چراغ'' مکتبہ فردوس'' لکھنؤ، ۱۹۷۵ء، صفحات ۲۰۷۔۲۱۸

۲۷۔ خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، حوالہ مذکورہ، ص ۷۱

۲۸۔ محمد طفیل ہاشمی، مقالہ: ''مولانا علی میاں کا پیغام۔ اُمت مسلمہ کے نام''، بر کتاب: سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالہ، ص ۱۹۰

۲۹۔ ڈاکٹر ارشد اسلم، Maulana Saiyid Abul Hasan 'Ali Nadvi: His career & works, Hamdard Islamicus، جلد ۲۷، شمارہ ۱، ۲۰۰۲ء، ص ۴۷، اور سیّد رضوان علی ندوی، حوالہ مذکورہ، ص ۸۹

۳۰۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اصلوب''۔ مزید دیکھیے: خالد علوی، مقالہ: ''ایک سچا داعی''، کتاب: ''مولانا سید

ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، ترتیب وتدوین: سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ص ۱۸۱

۳۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''تحفۂ پاکستان'' مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء

۳۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال'، حوالہ مذکورہ، ص ۲۳۲

۳۳۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''جب ایمان کی بہار آئی''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ت۔ن، ص ۳

۳۴۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''کاروانِ زندگی''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ت ن، ص ۲۴۱

۳۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''حدیث پاکستان''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء

۳۶۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''حضرت مولانا محمد الیاس اور اُن کی دینی دعوت''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء

۳۷۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، حوالہ بالا۔ دیکھیے: مولانا علی میاں کا خط، بنام پروفیسر خورشید احمد، ص ۲۹۹۔۳۰۰

۳۸۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالہ مذکورہ، ص ۸۸

۳۹۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''ذکر خیر''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۷ء

۴۰۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''ردۃ ولا ابا بکرلھا''، المجمع الاسلامی العلمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ۱۹۸۰ء

۴۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''ذہنی واعتقادی ارتداد'، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، اشاعت سوم، ۲۰۰۱ء

۴۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال' حوالہ مذکورہ، ص ۲۱۶

۴۳۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، حوالہ مذکورہ، دیکھیے افتتاحیہ: خورشید احمد، ص ۱۶

۴۴۔ سید رضوان علی ندوی، حوالہ مذکورہ، ص ۸۸

۴۵۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مقالہ: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی' بر کتاب: سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، حوالہ مذکورہ، ص ۵۶

۴۶۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، حوالہ مذکورہ، ص ۱۳۷

۴۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال' حوالہ مذکورہ، ص ۴۳، اور حواشی نمبر ا، ص ۵۰

۴۸۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مقالہ: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی' سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ص ۴۵

۴۹۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالہ مذکورہ، ص ۸۷

۵۰۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مقالہ: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی'، حوالہ مذکورہ، ص ۳۹

۵۱۔ ایضاً، حوالہ بالا، ص ۲۱

۵۲۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو'، حوالہ مذکورہ، دیکھیے: اضافہ از مرتب بالخصوص، ص ۴۸

۵۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''نقوشِ اقبال' حوالہ مذکورہ، ص ۲۹۳

۵۴۔ سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، دیکھیے: خط بنام مولانا محمد فضل، ص ۲۶۳

۵۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۸۱ء

۵۶۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں''، مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ، ۱۹۷۸ء

۵۷۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء

۵۸۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''جب ایمان کی بہار آئی''، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ت۔ن، ص ۳

۵۹۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، ص ۸۸ ۶۰۔ ایضاً، حوالۂ بالا

۶۱۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالۂ مذکورہ، دیکھیے: خط بنام مولانا مسعود عالم ندوی، ص ۲۷۸

۶۲۔ ایضاً، حوالۂ بالا، دیکھیے خط بنام مولانا مسعود عالم ندوی ص ۲۷۹

۶۳۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، ص ۸۷

۶۴۔ خورشید احمد، ''ترجمان القرآن''، حوالۂ مذکورہ، ص ۶۹

۶۵۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالۂ مذکورہ، دیکھیے: خط بنام نصر اللہ خان عزیز، صفحات ۱۵۸۔۱۵۹ ۶۶۔ سید ابوالحسن علی ندوی: کاروانِ زندگی، حوالۂ مذکورہ، ص ۲۴۱۔ مزید تفصیل: خورشید رضوی، مقالہ: ''مولانا علی میاں بحیثیت ادیب'' سفیر اختر، حولہ مذکورہ، ص ۲۱۶

۶۷۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالۂ مذکورہ، دیکھیے: خورشید رضوی، مقالہ: ''مولانا علی میاں بحیثیت ادیب'' ص ۲۱۷

۶۸۔ ایضاً، حوالۂ بالا، دیکھیے: خط بنام مولانا مسعود عالم ندوی، ص ۲۷۲

۶۹۔ ایضاً، حوالۂ بالا، دیکھیے: مقالہ از سید رضوان ص ۸۸، مزید دیکھیے: خط بنام مولانا مسعود عالم ندوی، ص ۲۷۰

۷۰۔ ایضاً، حوالۂ بالا، دیکھیے: مقالہ از سید رضوان ص ۸۸

۷۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی، ''کاروانِ زندگی'' حوالۂ مذکورہ، ص ۱۱۹

۷۲۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالۂ بالا، دیکھیے: خط بنام مولانا مسعود عالم ندوی، ص ۲۷۲ ۷۳۔ ڈاکٹر ارشد اسلم، حوالۂ مذکورہ، ص ۴۷

۷۴۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، ص ۸۸

۷۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''نقوشِ اقبال'' حوالۂ مذکورہ، ص ۳۷

۷۶۔ سفیر اختر، ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات وافکار کے چند پہلو''، حوالۂ مذکورہ، دیکھیے: مقالہ: ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی''، ص ۳۰ ۷۷۔ ایضاً، حوالۂ بالا، دیکھیے: خط بنام مولانا فضل محمد، ص ۲۶۵

۷۸۔ ایضاً، حوالۂ بالا ص ۲۷۱ ۷۹۔ ایضاً، حوالۂ بالا ص ۲۷۳

۸۰۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۲۷۰ ۸۱۔ ایضاً، حوالۂ بالا ص ۲۷۲

۸۲۔ ایضاً، حوالۂ بالا، ص ۲۷۲ ۸۳۔ سیّد رضوان علی ندوی، حوالۂ مذکورہ، ص ۸۸

دارالافتاء

مولانا ابوطلحہ مختار اللہ حقانی *

قربانی اور مسائل عید قربان

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد، ماہ ذی الحجہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہت ہی عظمتوں' برکتوں اور نعمتوں کا مہینہ ہے اس مہینے میں اسلام کا بنیادی رکن حج بیت اللہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور اسی مہینے میں ابوالانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت کی احیاء ہوتی ہے اس لئے مہینے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور خصوصیت سے ماہ ذی الحجہ کے پہلے دس دن مزید عظمت والے ہیں۔

ذی الحجہ کے دس دنوں کی فضیلت:

قرآن کریم کی سورۃ الفجر میں اللہ جل شانہ نے جن دس راتوں کی قسم کھائی ہے' جمہور علماء کے ہاں ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی راتیں ہیں' اور یہی ان کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی ذی الحجہ کے پہلی دس دنوں کی بہت فضیلت وارد ہے' حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ ما العمل فی ایام افضل منها فی هذه قالوا ولا الجهاد قال ولا الجهاد الا رجل خرج يخاطر بنفسه وماله فلم يرجع بشئ۔ (بخاری' جلد اول' صفحہ ۱۳۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی دن میں عمل کرنا ان دنوں میں عمل کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جہاد بھی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں مگر ہاں اس کا جہاد جس نے اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔'' اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک اور روایت ہے۔

قال رسول الله ﷺ مامن ايام اعظم عندالله ولا احب الى الله العمل فيهن من ايام العشرة فاكثروا فيهن من التسبيح و التهليل و التكبير (المعجم الکبیر الطبرانی جلد ۱۱۔ حدیث نمبر ۱۱۱۱۴۔ صفحہ ۸۳)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذی الحجہ کے دس دنوں کے علاوہ کوئی دوسرے ایام عظمت والے نہیں ہیں اور نہ ان دنوں کی نیکی سے دوسرے دنوں کی نیکی اللہ کو زیادہ محبوب ہے' اسلئے تم ان دنوں میں اللہ کی تسبیح'

* مفتی و استاد شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی۔ الافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تھلیل، تحمید اور تکبیر کثرت سے کرلیا کرو‘ اس روایت میں تسبیح سے مراد سبحان اللہ‘ تھلیل سے مراد لا الہ الا اللہ‘ تحمید سے مراد الحمد للہ اور تکبیر سے مراد اللہ اکبر ہے۔

جس طرح ان دنوں میں عبادت کرنا اور اللہ کا ذکر کرنا افضل ہے تو اسی طرح ان دنوں کے روزے رکھنا بھی باعث اجر وثواب ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ مامن ایام احب الی اللہ ان یتعبدله فیها من عشر ذی الحجة یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة و قیام کل لیلة منها قیام لیلة القدر (مجمع الزوائد) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی عبادت سے زیادہ محبوب ہو۔ ان دس دنوں میں سے ایک دن کے روزے کا ثواب ایک سال روزوں کے ثواب کے برابر ہے‘ اور ایک رات کے قیام کا ثواب لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔

ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ: اور خصوصاً ذی الحجہ کی نویں تاریخ (عرفہ کے دن) روزہ رکھنا اور بھی زیادہ فضیلت کا باعث ہے‘ حضرت قتادہؓ سے روایت ہے قال رسول اللہ ﷺ صیام یوم العرفة احتسب علی ان یکفر السنة التی قبله و السنة التی بعده (مسلم) کہ آنحضرت ﷺ نے عرفہ کے دن روزہ کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت رکھتے ہوئے اس دن کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے اس دن سے ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ اس لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان فضائل کے حصول کی خاطر اس دن کا روزہ رکھنا چاہیئے‘ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: اسی طرح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب بھی بہت بڑا ہے‘ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں‘ اور شروع چاند سے نویں تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے (بہشتی زیور)

عید الاضحیٰ کی رات کی فضیلت: اس مہینے کی اول دس راتوں کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے مگر دسویں ذی الحجہ کی رات کی فضیلت اپنی نوعیت کی ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو عید الاضحیٰ کی رات اور عید الفطر کی رات عبادت میں مشغول رہنے کی ترغیب دی ہے‘ کہ وہ اس رات اللہ کی یاد میں مصروف رہے اور ڈھیروں ثواب حاصل کرے‘ حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ من قام لیلتی العیدین محتسباً لم یمت قلبه یوم یموت القلوب (ابن ماجہ) کہ جو شخص دونوں عیدین کی راتوں کو ثواب کی نیت سے قیام کرے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے گا) تو اس کا دل اس دن بھی مردہ نہ ہوگا جس دن تمام لوگوں کے قلوب مرجائیں گے۔

اور دوسری روایت میں ہے‘ عن معاذ بن جبلؓ عن النبی ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ من احیاء اللیالی الخمس و جبت له الجنة لیلة الترویة ولیلة العرفة ولیلة النحر

ولیلة الفطر ولیلة النصف من شعبان (رواہ الاصفہانی)

حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرت ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا' جو شخص پانچ راتوں کو زندہ رکھے گا (ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے) تو اس کے لئے جنت واجب ہے' وہ پانچ راتیں یہ ہیں' لیلة الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کی رات' عرفة کی رات' بقرہ عید کی رات' عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات'

ان راتوں میں جتنا ہو سکے اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے' آج کل لوگ ان راتوں کو عبادت میں گزارنے کی بجائے' عیاشی اور ہوا پرستی میں گزارتے ہیں بعض فلم بینی میں مشغول ہوتے ہیں اور بعض شطرنج' تاش اور دیگر لعو ولعب میں مشغول رہتے ہیں' یہ ہماری کم بختی ہے کہ اتنی فضیلت والی راتیں ہم سے ویسے گزر جاتی ہیں اور ہم اس میں اللہ کی رضا جو مسلمانوں کا مقصود اصلی ہے حاصل نہیں کر سکتے۔

ذی الحجہ کے دس دنوں میں ناخن وغیرہ کاٹنے کا حکم: ذوالحجہ کی فضیلت ہمارے سامنے ہے' دراصل یہ دس دن خاص حج کے ایام ہیں' حج وہ عظیم عبادت ہے جو خاص مکہ مکرمہ میں ادا کی جاتی ہے چونکہ تمام لوگوں کا وہاں جانا نہیں ہوتا مگر ان کے ساتھ نسبت پیدا کیا جا سکتا ہے۔اس لئے جو حضرات اس مہینے کے دسویں تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی احیاء کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ پہلے سے ہی اس کے آداب کا لحاظ رکھیں' اس سنت کے آداب میں سے یہ بھی ہے یکم ذی الحجہ سے لے کر دس ذی الحجہ تک اپنے ناخن یا بدن کے کسی بھی حصے کے بال نہ کاٹے۔ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا دخل العشر و اراد بعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعراہ ولا یقلمن ظفرہ (رواہ مسلم) کہ جب ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے تو جو تم میں سے قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو' وہ ان دس دنوں میں اپنے بال یا ناخن وغیرہ نہ کاٹے۔اور یہ حجاج کے ساتھ ایک گونا نسبت پیدا کرنا ہے اس لئے کہ حجاج کرام دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔تو دوسرے مقامات پر رہنے والے صاحب استطاعت مسلمان بھی اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ کے حضور قربانیاں پیش کرتے ہیں۔اور جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال' ناخن' وغیرہ نہیں تراشتے اور دس ذی الحجہ کو قربانی کے بعد کاٹتے ہیں تو اسی طرح دوسرے مسلمان بھی جو قربانی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی تک بال' ناخن نہ تراشے اور جب دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرے تو اپنے بال و ناخن وغیرہ کاٹ دے' چونکہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی تک محدود ہے اس لئے علماء نے صرف امت نے بھی قربانی کرنے والوں کے لئے اس امر کا خیال رکھنے کو مستحب کہا ہے' مگر یاد رکھیں کہ یہ امر صرف اس شخص کے لئے ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو ورنہ جو شخص قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لئے یہ مستحب نہیں ہے وہ نماز عید سے پہلے بھی ناخن اور بال کٹوا سکتا ہے۔

تکبیرات تشریق کی ابتداء: اسی طرح ذی الحجہ کی نویں تاریخ (عرفہ کے دن) سے تکبیرات تشریق کہنا ہر

نمازی پر واجب ہے' اسکا طریقہ یہ ہے ہر فرض نماز کے بعد بآواز بلند الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله الله اکبر ولله الحمد' کہا جائے۔علامہ حصکفیؒ نے ان تکبیرات کی تاریخ کے بارے میں لکھا ہے' کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے دنبہ لارہے تھے تاکہ اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح کیا جائے' تو ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جلدی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کریں' چنانچہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا: الله اکبر الله اکبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ کلمات سنے تو آپؑ نے فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب ان کے بدلے فدیہ آنے کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا الله اکبر ولله الحمد کہا۔(ردمختار)

__ایام تشریق کو تشریق کہنے کی وجہ:__ ذی الحجہ کی نویں' دسویں' گیارہویں' بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو ایام تشریق کہا جاتا ہے' اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں (۱) بعض کا کہنا ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے' اے شبیر تو سفید ہوجا کہ ہم چلیں' یعنی تو روشن ہوجا اور ہم تیری روشنی میں اپنے راستے پر آتے جائیں' شبیر ایک پہاڑ کا نام ہے جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا مشرکین مزدلفہ روانہ نہ ہوتے تھے' اسلام کی روشنی پھیلنے پر ان کا یہ قول باطل ہوگیا۔

(۲) بعض کا کہنا ہے کہ لوگ قربانی کے گوشت کے ٹکڑے کر دیتے تھے اور انہیں دھوپ میں سکھاتے تھے' جو گوشت دھوپ میں سکھایا جاتا ہے اسے تشریق اللحم کہتے ہیں۔

(۳) بعض کا کہنا ہے کہ عید کی نماز اور قربانی کے دن کو تشریق کہا جاتا ہے اس لئے' کہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب سورج چمک رہا ہوتا ہے' اور مصلے کو بھی اسی لئے مشرق کہتے ہیں کہ وہ سورج کے نکلنے کا انتظار کرتا ہے' اسی لئے عید کو تشریق کہا گیا ہے' پھر جو دن اس کے تابع ہیں' ان کو بھی یہی نام دیا گیا (مسائل عید و قربانی)

__تکبیرات تشریق کا حکم:__

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر مقیم کو ہر نماز پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیرات کہنا واجب ہے' اگر زیادہ بار کہے تو افضل ہے۔

یہ رائے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہے صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق کے لئے کوئی شرط نہیں' یہ تکبیرات ہر نماز پڑھنے والے پر لازمی ہیں' چاہے مقیم ہو یا مسافر' مرد ہو یا عورت۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو یا انفراداً۔ بہت سارے فقہاء نے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے' اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسی پر عمل کریں۔

عید کی نماز کے بعد تکبیرات کا حکم:

☆ عیدالاضحیٰ نماز کے بعد تکبیرات تشریق پڑھنا علماً احناف کے ہاں مختلف فیہ ہے بعض فقہاء کے نزدیک پڑھنا واجب ہے اور بعض کے نزدیک نہیں' لیکن علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے کہ نماز عید کے بعد بھی پڑھی جائے' اسی لئے کہ مسلمانوں کا اسی پر تعامل چلا آ رہا ہے' اور ان کی اتباع واجب ہے' (شامی)

تکبیرات تشریق کے متعلق دیگر احکام:

☆ ایام تشریق میں جو نماز فوت ہو جائے تو اگر اسی سال کے ایام تشریق میں قضاء کیا جائے گا تو اس کے بعد بھی تکبیرات تشریق کہنا واجب ہے (بہشتی زیور) اور اگر ایام تشریق والے ایام میں قضاء کرے گا تو واجب نہیں۔

☆ اگر کسی سے نماز کے بعد تکبیرات تشریق بھول جائیں اور مسجد سے باہر چلا جائے تو اس شخص سے تکبیرات ساقط ہو جائیں گے' البتہ اگر اپنی جگہ پر موجود ہو تو تاخیر کے باوجود بھی یاد آنے کی صورت میں تکبیرات پڑھنا ضروری ہے۔

☆ اگر ایام تشریق میں دوسرے ایام کی قضاء نمازیں ادا کی جائیں تو اسکے بعد تکبیرات تشریق نہیں پڑھی جائیں گی

☆ اگر امام صاحب سے نماز کے بعد تکبیرات بھول جائیں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں اور امام کا انتظار نہ کریں۔ اگر کسی سے تکبیرات تشریق چھوٹ جائیں تو پھر اس کی قضاء نہیں البتہ توبہ کرنے سے ترک واجب کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

عید کے دن کی سنتیں: حجامت بنوانا' غسل کرنا' مسواک کرنا' اچھے سے اچھا لباس پہننا' سرمہ لگانا' خوشبو لگانا' صبح کو بہت سویرے اٹھنا' عیدگاہ کو سویرے جانا' عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا' عید کی نماز کے لئے جس راستے سے گیا اس کے علاوہ دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے' عیدگاہ کو پیادہ جانا' بقرہ عید میں نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھانا یہ افضل ہے اور واپس آ کر قربانی کر کے اور اس کا گوشت کھانا' عید میں عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھنا (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔) عیدگاہ میں وقت سے پہلے جانا اور شروع صفوں میں بیٹھنے کی کوشش کرنا۔

نماز عید کی نیت اور طریقہ نماز: دو رکعت نماز عیدالاضحیٰ مع چھ زائد تکبیرات کے خاص اللہ تعالیٰ کے لئے اس حاضر امام کی اقتداء میں پڑھتا ہوں اور جب امام تکبیر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لے۔ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللھم الخ) پڑھنے کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے امام صاحب تین بار اللہ اکبر کہے گا تو' مقتدی بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں' پہلی دو بار تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں' اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں' اور امام صاحب سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور رکوع اور پھر سجدہ کرے' اور مقتدی امام کی اقتداء کرتے ہوئے رکعت پوری کریں' دوسری رکعت میں امام صاحب پہلے سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے گا اور اس کے بعد

رکوع میں جانے سے پہلے امام صاحب تین بار تکبیرات کہے گا' مقتدی حسب سابق اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں' چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ مستحب یہ ہے کہ امام عید کی نماز کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی الخ اور دوسری رکعت میں سورۃ غاشیہ پڑھے۔

مسئلہ: نمازِ عید کی تکبیرات کے درمیان کوئی مسنون ذکر نہیں البتہ دو تکبیرات کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ کرے۔

خطبہ: نماز عید کے بعد خطبہ پڑھا جائے گا جس کا سننا واجب ہے (کچھ لوگ خطبہ ختم ہونے سے پہلے عید گاہ سے چلے جاتے ہیں' جو صریح غلطی ہے۔) خواہ خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے خطبہ ختم ہونے تک اپنی جگہ بیٹھنا لازم ہے۔

مسئلہ: عید الاضحیٰ کے خطبہ میں امام صاحب قربانی اور ایام تشریق کے مسائل بیان کرے تاکہ لوگ ان مسائل سے واقفیت حاصل کرسکیں۔ یہاں چونکہ لوگ عربی زبان کوئی نہیں سمجھتے اس لئے عید کی نماز سے پہلے جو تقریر کی جاتی ہے اس میں بھی ان احکام ومسائل کا بیان کرنا ضروری ہے۔

عیدین کے خطبوں کا طریقہ: عید کا پہلا خطبہ یوں دیا جائے کہ خطیب صاحب پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر خطبہ دے' ایسا کرنا مسنون طریقہ ہے' حضرات علماء کرام نے لکھا ہے کہ خطیب منبر سے اترنے سے قبل چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔

مسئلہ: اسی طرح جب امام صاحب خطبہ کے لئے منبر پر چڑھتا ہو تو چڑھ کر خطبہ شروع کرے' بیٹھے نہیں' اس لئے کہ منبر پر بیٹھنا اذان کے اختتام کے لئے ہوتا ہے' اور عیدین کے خطبوں میں اذان نہیں ہے۔ (درمختار) البتہ دونوں خطبوں کے درمیاں میں اتنی دیر منبر پر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے خطبے میں بیٹھا جاتا ہے۔

نماز عید کے متعلق متفرق مسائل:

مسئلہ: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن دو رکعت نماز باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر کسی سے مجبوری کے تحت عیدین کی نماز باجماعت فوت ہوجائے تو پھر اس پر قضاء نہیں اس لئے کہ عیدین کی نماز میں جماعت شرط ہے اور اس کے لئے وقت بھی متعین ہیں۔ (ردالمختار باب العیدین)

مسئلہ: عید کے دن شرعی حدود میں رہتے ہوئے اظہار مسرت کرنا جائز ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بقر عید کے دن جب میرے پاس میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے تو انصار کی چند لڑکیاں بعاث کی جنگ کے اشعار پڑھ رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ منہ پر کپڑا اڈالے ہوئے تھے (آرام فرمارہے تھے) تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لڑکیوں کو منع کیا' ان کو دھمکایا تو رسول اللہ ﷺ نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: ابوبکر انہیں چھوڑ دو (ان

کو منع مت کرو) کیونکہ یہ عید یعنی خوشی کا دن ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسئلہ: عیدین کے دن ایک دوسرے کو عید مبارک کہنا جائز ہے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز اور خطبہ ایک ہی شخص پڑھائے اگر بالفرض نماز ایک نے پڑھائی اور خطبہ دوسرے نے دیا تو نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا بہتر نہیں (عزیز الفتاوی)

مسئلہ: عیدین کی نماز کے لئے نہ اذان دی جائے گی اور نہ اقامت۔

مسئلہ: عیدین کی نماز ایک ہی شہر میں متعدد مقامات پر بالاتفاق جائز ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز اس وقت جائز ہے جب سورج ایک نیزہ (تین گز) بلند ہو جائے اور اس کا آخری وقت نصف النہار تک ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے۔ چاہیے نماز کے متصل اور خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے بعد ہو دونوں طرح جائز ہے۔ (مسائل بہشتی زیور مکمل)

مسئلہ: اگر امام صاحب زائد تکبریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں خیال آئے تو رکوع ہی میں تکبریں کہہ لے پھر سے کھڑا نہ ہو (درمختار ا/ ۵۸۵)

قربانی اور قرآن:

قربانی اسلام کی مہتم بالشان عبادت ہے' اسکا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ خداوند کریم نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ (آٹھ سورتوں میں) قربانی اور متعلقات قربانی کو بیان کیا' اسکی اہمیت' حکمت وفلسفہ اور مختلف امتوں میں اسکی شکل وصورت پر روشنی ڈالی اور امت مسلمہ کیلئے اسے دینی شعار اور امتیازی نشان قرار دیا ہے' ارشاد خداوندی ہے:

ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم الله علی مارزقهم من بهیمة الانعام (سورۃ الحج ۳۴)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تا کہ وہ اللہ کے دیئے گئے مویشیوں پر اسکا نام بلند کریں۔''

یہاں منسک سے مراد ذبح کرنا (قربانی دینا) ہے' محققین اور تقریباً تمام اکابر مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے۔ (تفسیر قرطبی'' فتح القدیر للشوکانی وغیرہ)۔

اسی طرح قربانی کی حکمت اور فوائد کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

لن ینال الله لحومها ولا دمآءها ولکن یناله التقوی منکم (سورۃ الحج آیت ۳۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت پوست اور خون نہیں پہنچتا مگر اس کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

سورۃ الکوثر میں واضح اور قطعی حکم ہے۔ فصل لربک وانحر (سورۃ الکوثر' ۲) ''پس اپنے رب کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو'' یہی معنی عبداللہ بن عباسؓ نے اختیار کیا ہے۔ (البنایہ شرح الھدایہ) اسی طرح دوسری آیت میں قربانی کا مفہوم

یوں ذکر ہے۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین (الایۃ)
ترجمہ: ''بیشک میری نماز' قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔'' اس آیت کریمہ میں نسکی سے مراد قربانی ہے۔ اس لئے کہ احادیث مبارکہ میں نسک کا اطلاق قربانی پر ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ من ذبح بعد الصلوۃ ثم نسکہ و اصاب سنۃ المسلمین۔ جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہوگئی۔ اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔ اسی طرح ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے قربانی کے دن سینگوں اور سفید پاؤں والے دو خصی مینڈھے ذبح فرمائے۔ جب ان کو قبلہ رخ کیا تو یہ پڑھا انی وجھت وجھی للذی فطر السموات و الارض وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت و انا اول المسلمین (جمع الفوائد/۱/۲۰۴)

اسی طرح حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا کہ اپنی قربانی کے قریب موجود رہنا کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرے سے تمہارے ہر گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ جو تم نے کئے ہوں گے اور یہ کہنا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین' ان کے علاوہ اور بھی احادیث اور آثار موجود ہیں جن میں نسک کا اطلاق قربانی پر کیا گیا ہے۔'

<u>قربانی اور حدیث:</u> احادیث مبارکہ میں بھی قربانی کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

(۱) عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللہ ﷺ بالمدنیۃ عشر سنین یضحی۔ (جامع الترمذی ج' ۱ ص ۲۷۷ ابواب الاضاحی) ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور برابر قربانی کرتے رہے''

(۲) عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان یذبح او ینحر بالمصلی
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عید قربان کے دن حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کرتے تھے' (مسند احمد ونسائی)

(۳) عن انسؓ قال ضحی النبی ﷺ بکبشین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ
حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے سینگوں والے گندم گوں رنگ کے دو مینڈھے قربان کئے۔ (بخاری نیز کتاب اختلاف الحدیث للشافعی علی الام ج ۷' ص ۲۸)

(۴) بخاری شریف میں ہے ضحی رسول اللہ ﷺ عن ازواجہ بالبقر اھ کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(۵) حضورﷺ نے فرمایا کہ من کان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ دی وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(۶) عن عائشةؓ ان النبیﷺ قال ماعمل ابن آدم يوم الخر عملاً احب الى الله عزوجل من هراقة دم و انه لياتي يوم القيمة بقرونها و اظلا فها و اشعارها و ان الدم ليقع من الله عزوجل بمكان قبل ان يق الارض فيبيوا بهانفساً۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ عید قربان کے دن ابن آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں' قیامت کے دن قربانی کے جانور کے سینگ' بال' سم تک اعمال حسنہ کو بھاری کر دینگے۔ اسکے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتے ہیں' تو طیب نفس (دل کی خوشی) سے قربانی کرتے رہو (ترمذی' ابن ماجہ۔ص ۲۲۶)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قربانی سے زیادہ افضل کوئی دوسرا عمل نہیں ہے الا یہ کہ رشتہ داری کا پاس کیا جائے۔ (طبرانی)

(۸) زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپﷺ نے ارشاد فرمایا' قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے' صحابی نے پوچھا ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ آپﷺ نے فرمایا' ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے' اون کے متعلق فرمایا اس کے ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے (مشکوٰۃ' ص ۱۲۲۹)

سبحان اللہ' کیا شان ہے رحمت خداوندی کا کہ اتنی بڑی دولت میسر ہو اور پھر بھی مسلمان کوتاہی کرے' مومن کی شان تو یہ ہے کہ اگر قربانی اس پر واجب نہ بھی ہو تب بھی ثواب اور نیکیوں کا یہ خزانہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ حضرت ابوخادمؒ قرض لے کر قربانی کرتے تھے کسی نے آپؒ سے عرض کیا کہ جب آپ پر قربانی واجب نہیں تو قرض لیکر قربانی کیوں کرتے ہیں؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ میں سن رہا ہوں کہ حق تعالیٰ اعلان فرمارہے ہیں کہ لكم فيها خير (تمہارے لئے اس میں خیر و برکت ہے) کیا اس خیر و برکت سے محروم ہو جانا کوئی دانشمندی ہے (بحوالہ دلائل وجوب قربانی۔ص ۸۷)

قربانی کس پر واجب ہے:

اگرچہ شریعت مقدسہ نے اپنی عادلانہ قانون کے مطابق زکوٰۃ کی طرح قربانی کے لئے بھی نصاب کی شرط لگائی ہے' کہ اگر کوئی شخص نصاب کا مالک ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے' البتہ زکوٰۃ اور اس میں فرق صرف اتنا ہے کہ زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری

ہے‘ مگر قربانی کے وجوب کیلئے نصاب پر سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے‘ اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ کی رات کو بھی مالک نصاب بن جائے تو دسویں ذی الحجہ کے دن اس پر قربانی واجب ہے‘ وجوب قربانی کے لئے ضروری ہے کہ اس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر نقدی یا ضرورت سے زائد سامان موجود ہوں‘ اگرچہ عام طور پر حضرات علماء کرام ساڑھے باون تولہ چاندی کو نقدی کے لئے معیار نصاب قرار دیتے ہیں‘ لیکن موجودہ حالات کی وجہ سے سونے کے نصاب کو معیار مقرر کرنا زیادہ مناسب ہے‘ محققین علماء عرب نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ تفصیل کیلئے احقر کا رسالہ ’’مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی‘‘ مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

❁ اس لئے اگر کسی شخص کے پاس دو گاڑیاں ہیں‘ ایک گاڑی اس کے استعمال کیلئے اور دوسری زائد ہے تو شرعاً اس پر قربانی واجب ہے۔

❁ اسی طرح ایک آدمی کے دو گھر یا دو پلاٹ ہوں ایک مکان میں وہ رہتا ہو اور دوسرا ضرورت سے زائد ہو تو اگر اس مکان کی مالیت نصاب کو پہنچتی ہو تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔

❁ کسی عورت کا مہر معجل یا جہیز میں دیئے گئے زیورات کی قیمت نصاب کے برابر ہو تو اس عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔

❁ اگر کسی زمیندار کے پاس ہل جوتنے والے بیل اور دودھ دینے والی گائے یا بھینس کے علاوہ کوئی اور جانور ہوں اور ان جانوروں کی مالیت نصاب کے برابر ہو تو اس زمیندار پر بھی قربانی واجب ہے۔

❁ اس طرح اگر کسی نے مرنے سے قبل وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے لئے قربانی کی جائے تو اس کے مرنے کے بعد اگر اسکے ترکہ کے ایک تہائی مال سے قربانی ممکن ہو تو پھر اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے قربانی کرنا ورثاء پر واجب نہیں‘ البتہ اگر ورثاء اپنی طرف سے ایصال ثواب کے لئے کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

❁ اور اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس شخص پر ابھی اس جانور کی قربانی واجب ہے۔ (شامی)

قربانی کے بدلے صدقہ وخیرات کا حکم:

اب اگر کسی صاحب استطاعت شخص سے کسی غفلت یا عذر کی بناء پر قربانی کرنا رہ جائے‘ یعنی وہ ان دنوں بناء بر عذر شرعی قربانی نہ کر سکے تو ان دنوں کے بعد قربانی کی قیمت فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے‘ اور اگر قربانی کے لئے جانور خرید کیا ہو اور بلا عذر رہ گیا ہو تو ایام اضحیۃ کے بعد اس جانور کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ یاد رہے قربانی کے

مخصوص تینوں ایام میں قیمت صدقہ کرنے سے قربانی ادا نہ ہوگی' بلکہ ان دنوں جانور ہی ذبح کرنا ہوگا۔قربانی کے بدلے صدقہ دینے کو علماء نے تحریف فی الدین قرار دیا ہے اور اسکو دین کے انہدام کے مترادف کہا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ دیندار مسلمانوں پر منکرین قربانی کے خلاف کافروں کی طرح لشکر کشی کرنا لازمی ہے۔(دلائل وجوب قربانی۔ص ۹۸)

<u>شرائط وجوب قربانی:</u>　　قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں:

(۱)　اسلام (غیر مسلم پر واجب نہیں)　　(۲) اقامت (مسافر پر واجب نہیں)

(۳)　حریت یعنی آزاد ہونا۔(غلام پر واجب نہیں) اس کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورتوں پر بھی نصاب کی موجودگی میں قربانی واجب ہے' نابالغ پر نہ خود واجب ہے' نہ اس کی طرف سے اس کے ولی پر واجب ہے' لیکن صاحب بدائع علامہ کاسانیؒ اور علامہ شامیؒ نے عقل اور بلوغ کو شرائط وجوب قربانی میں شامل نہیں کیا ہے' لکھتے ہیں کہ واما البلوغ والعقل فلیسا من شرائط الوجوب فی قوله ابی حنیفة و ابی یوسف حتی تحب الاضحیة فی مال الصبی و المجنون اذا کانا موسرین (بدائع الصنائع ۵/۶۴)

علامہ مرغینانیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے کہ مالدار بچے کا ولی اس کے مال سے اس کے لئے قربانی کرے گا' علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے: ویضحی عن ولده الصغیر من ماله صححه فی الهدایة قال ابن عابدین تحت قوله حیث قال و الاصح ان یضحی من ماله (ردالمحتار ۶/۳۱۶)

(۴)　توانگری یعنی جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب ہو اس پر عید کے دن صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے' چاہے وہ مال تجارت ہو یا نہ ہو' اور چاہے اس پر پورا سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔(بہشتی زیور)

<u>آداب قربانی:</u>

☆　قربانی ایک عظیم عبادت ہے اس کو خوب خلوص دل سے ادا کرنی چاہیے' بہتر یہ ہے کہ قربانی کا جانور عید سے چند روز قبل خریدا جائے اور عید تک اس کو خوب پالا جائے۔

☆　قربانی سے قبل چھری کو خوب تیز کر دیا جائے۔اسی طرح ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔اسی طرح جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال جلدی نہ اتاری جائے' حتیٰ کہ وہ جانور خوب ٹھنڈا ہو جائے۔

☆　قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا افضل ہے' اگر کوئی خود ذبح نہیں کر سکتا یا جانتا نہیں تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کرتے وقت خود موقع پر حاضر رہنا زیادہ بہتر ہے۔

☆　قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھے:

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفاً سلماوَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ

العٰلمین۔ لاشریک لہ' وبذلک اُمرتُ وانا اوّلُ المُسلمین۔ اللّٰھُمَّ منکَ ولکَ ۔ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللھمّ تقبّلہ منّی کما تقبلت من حبیبک محمد وَ خلیلک ابراھیم علیھم السلام۔

☆ جب قربانی کو ذبح کیا جائے تو یہ دعا پڑھے اللھمّ تقبّلہ منّی کما تقبلت من حبیبک محمد وَ خلیلک ابراھیم علیھم السلام ۔ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سیاہ رنگ کا سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا اور پھر یہ دعا فرمائی بسم اللہ اللھم تقبل من محمد و ال محمد و من امۃ محمد (مشکوۃ)

☆ قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا یا دعا پڑھنا ضروری نہیں اگر صرف دل میں خیال لائے کہ میں قربانی کرتا ہوں اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر جانور کو ذبح کرے تو قربانی درست ہوگی' البتہ زبان سے دعا پڑھنا اور نیت کرنا بہتر ہے۔

☆ قربانی کے جانور کی رسی وغیرہ کو خیرات کردے تو بہتر ہے' تاہم اگر اسکو بعینہ استعمال میں لانا چاہے تو لایا جاسکتا ہے

قربانی کے جانور:

اونٹ' گائے' بکری کی تمام انواع (نر' مادہ' خصی' غیر خصی) کی قربانی ہوسکتی ہے' بھینس گائے میں شمار ہے' اور بھیڑ یا دنبہ بکری میں' گائے' بھینس' اونٹ ان سب میں سات آدمی بھی شریک کرسکتے ہیں' جبکہ کسی کا ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اگر کسی گائے یا اونٹ میں سات یا اس سے کم آدمی شریک ہوئے تو سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ یا زیادہ ہوئے تو سب کی قربانی نہ ہوگی۔

اگر بالفرض آٹھ' نو آدمی مشترکہ طور پر دو یا تین گائے خریدیں اور مشترکہ طور پر ذبح کریں یہ قربانی بھی شرعاً جائز نہیں ہے' اسلئے کہ ان جانوروں میں ہر ایک کے اندر یہ آٹھ یا نو آدمی شریک ہیں البتہ اگر آٹھ آدمی مشترکہ طور پر آٹھ بکرے خریدیں۔ اور قربانی کرے تو استحساناً ان تمام کی قربانی جائز ہے۔ (بدائع)

جانور کی عمر:

اونٹ پانچ سال کا' گائے بھینس دو سال کی' بکری ایک سال کی' اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں' ہاں اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کی عمر والے کی بھی قربانی درست ہے۔

کون سے جانور کی قربانی جائز نہیں:

کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اگر ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا دم تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی (یہ پیدائشی نہ ہوں) تو قربانی درست نہیں' اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو یا ایسا لنگڑا جو تین پاؤں سے چل سکتا ہے' چوتھا پاؤں رکھ نہیں سکتا' یا اس سے چل نہیں سکتا' اس کی قربانی درست نہیں' جس کے سارے یا آدھے سے

زیادہ دانت نہ ہوں اس کی قربانی بھی جائز نہیں' جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں' مگر جڑیں سالم نہ ہوں یا خصی ہو اس کی قربانی درست ہے۔

خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ چیزیں کھاتا ہو یا جس کی ٹانگ کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں' اور اگر جانور خریدنے کے بعد ایسا کوئی عیب پیدا ہو تو اس کے بدلے میں دوسرا جانور خریدے' ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہ ہو تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی قربانی کردے۔

قربانی کے اوقات:

(۱) قربانی کا وقت بقرعید یعنی ۱۰ ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے' پہلا دن ۱۰ ذی الحجہ سب سے افضل ہے' پھر ۱۱ ذی الحجہ پھر ۱۲ ذی الحجہ کا درجہ ہے۔

(۲) بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں' ہاں دیہات یا قصبوں والے جہاں نماز عید نہ ہوتی ہو' نماز فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

(۳) رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں' شاید اندھیرے میں کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

قربانی کے گوشت کا حکم:

مسئلہ: قربانی کرنے والا قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور اپنے دوست و اقارب' غنی و فقراء سب کو دے سکتا ہے' بہتر یہ ہے کہ کم از کم تہائی حصہ خیرات کردے' اس سے کمی نہ کرے۔

کما فی ملتقی الابحر ویأکل من لحم اضحیة ویطعم من شاء من غنی وفقیر وندب أن لاتنقص الصدقة عن الثلث۔

مسئلہ: اگر سات آدمی قربانی میں شریک ہوں تو گوشت اندازے سے نہ بانٹیں بلکہ صحیح تول کر تقسیم کریں ورنہ گناہ ہو گا۔ کمافی ملتقی الابحر: ویجوز اشتراک اکل من سبعة ولو اثنین ویقسم لحمها ورناً لاجزافاً۔

مسئلہ: اگر اپنی خوشی سے کسی مردہ کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کی جائے تو اس قربانی کے گوشت میں سے کھانا یا کھلانا اور بانٹنا سب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: قربانی کا گوشت جس طرح مسلمان کو دینا جائز ہے اسی طرح غیر مسلم کو دینا جائز ہے۔ کمافی الھندیة ویھب منھا مایشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی کذافی الغیاثیة (۳۰۰/۵) مگر بہتر نہیں (فتاویٰ رحیمیہ ۳۱/۱۰)

مسئلہ: جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے سات اجزاء یعنی سات چیزیں کھانا حرام ہیں۔ (۱) دم مسفوح (۲)

پیشاب کی جگہ (ذکر و فرج) (۳) دونوں خصیے (فوطے) (۴) پاخانے کی جگہ (مقعد) (۵) غدود (۶) مثانہ یعنی وہ جگہ جس میں پیشاب رہتا ہے۔ (۷) پتہ (بدائع الصنائع ۵/۶۱) اور کنز الدقائق میں حرام مغز کو بھی حرام لکھا ہے۔ وہ ایک سفید ڈوری دودھ کی طرح پیٹھ کی ہڈی کے اندر کمر سے لیکر گردن تک ہوتی ہے' اس کو حرام مغز کہا جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے مقعد پر جو تین گرہیں ہوتی ہیں ان کو بھی حرام لکھا ہے۔ (خلاصۃ المسائل ص ۱۰۸ بحوالہ مسائل عیدین وقربانی ص ۱۷۵)

مسئلہ: گوشت چاہیے قربانی کا ہو یا عام مذبوحہ جانور کا اسکو دھوئے بغیر بھی کھایا جاسکتا ہے۔ دھونے کی ضرورت نہیں (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ ۲/۳۱۶) لیکن اگر کوئی دھونا چاہیے تو دھوسکتا ہے۔ مگر اسکو ناپاک سمجھ کر دھونا غلط ہے۔

مسئلہ: نذر کیا ہوا قربانی کا گوشت ناذر نہ تو خود کھاسکتا ہے اور نہ اغنیاء کو کھلاسکتا ہے' بلکہ اس تمام گوشت کو فقراء میں تقسیم کرنا واجب ہے' البتہ نفلی قربانی کا گوشت خود بھی کھاسکتا ہے' اور دوسروں کو بھی کھلاسکتا ہے۔

کھال کے متعلق احکام ومسائل:

قربانی چونکہ تقرب الی اللہ کے لئے کی جاتی ہے اس لئے اس کی کھال کا حکم بھی گوشت کی طرح ہے اس کو اپنے مصرف میں لانا اور صدقہ کرنا دونوں طرح جائز ہے۔ صدقہ کے طور پر ہر کسی کو دیا جاسکتا ہے مگر مدارس اسلامیہ کے غریب اور نادار طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں' اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیاء دین کی خدمت تعاون بھی اسلیئے مسلمانوں کو چاہیے کہ قربانی کی کھالیں مدارس اسلامیہ کے غریب طلباء کو دیں۔

قربانی کی کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنے مصرف میں لانا جائز نہیں' بلکہ اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے' بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بدون نیت صدقہ قربانی کی کھال کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: قربانی کے گوشت اور کھال کے بعینہ موجودگی میں قربانی کرنے والے کو تین قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں (۱) کہ خود کھائے اور بعینہ کھال خود استعمال میں لائے۔ (۲) رشتہ دار' اولاد' احفاد' اور اغنیاء کو کھلائے اور بعینہ کھال ان کو تملیکاً دے دے۔ (۳) فقراء ومساکین پر صدقہ کرے۔ (کمافی جواہر الفقہ)

مسئلہ: اس لئے کہ قربانی کے گوشت اور پوست کو صدقہ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (کمافی الھندیہ)

مسئلہ: اس لئے بعینہ کھال کو مدارس' مساجد' رفاہ عامہ کے لئے وقف کرنا درست ہے۔ اگرچہ بعض اہل حضرات اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ: مگر قربانی کی کھال' گوشت کی چربی بلکہ کسی بھی جزء کو کسی کو حق الخدمت کے طور پر دینا جائز نہیں' اس لئے قربانی کی کھال مسجد کے امام' مؤذن خادم اور مدرسہ کے مدرس کو تنخواہ میں دینا ناجائز ہے۔ (الھدایہ) ہاں اگر ان مذکورہ حضرات کو بلاعوض دیا جائے تو جائز اور صحیح ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال کے سلسلے میں قربانی کرنے والے کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ اس کھال کو اس چیز سے

تبدیل کرے جس کی ذات سے بعینہ فائدہ لیا جاسکتا ہو۔ (مجمع الانھر)

مسئلہ: لیکن اگر اس چیز کی ذات سے اس کے استھلاک کے بغیر فائدہ ممکن نہ ہو تو پھر شرعاً اس تبادلہ کی گنجائش نہیں جیسے کھال کو روٹی، سالن وغیرہ سے تبدیل کرنا۔ (مجمع الانہر)

مسئلہ: مگر قربانی کی کھال اور گوشت دونوں روپیہ پیسہ کے عوض فروخت کرنا مکروہ ہے، اس لئے قربانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی مہمانی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مہمان کو کھانے اور پینے کی اجازت ہوتی ہے۔ فروخت کرنے کی نہیں۔ علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے ولانھا من ضیافة الله تعالیٰ عزشانه التی اضاف بھا عبادہ ولیس للضیف ان یبیع من طعام الضیافة شیئاً (بدائع الصنائع ۵/۸۱) لیکن اگر کسی نے پیسوں کے حصول کے لئے فروخت کردیا تو بیع صحیح ہوگا۔

مسئلہ: مگر کھال یا گوشت کے عوض حاصل شدہ رقم کو صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: البتہ اگر کھال کو فروخت کرتے وقت نیت مال کے حصول کی نہ تھی، بلکہ اس نیت سے فروخت کیا کہ اس حاصل شدہ مال کو صدقہ کرے گا تو یہ ایسا کرنا بلاکراہت صحیح ہے۔ کمافی البحر ولو باعھا بالدارھم لیتصدق بھا جاز لأنه قربة کالتصدق بالجلد و اللحم (۸/۳۲۷) لیکن جس نے قربانی کی کھال خریدی وہ اس کا مالک ہوگیا اب وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے۔ چاہے اس کھال کو اپنے پاس رکھے یا فروخت کرکے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔ (امداد الفتاویٰ) لیکن ان دونوں صورتوں میں کھال کے عوض حاصل شدہ رقم کو فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، کھال کی اس رقم کو اپنے اصول (ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ اوپر تک) اور فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ نیچے تک) اسی مالدار اور اس کے نابالغ اولاد کو دینا جائز نہیں۔

مسئلہ: اور نہ اس رقم کو شفاخانہ، پل، کنوؤں، مساجد، مدارس اور رفاعہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: البتہ جن مدارس میں غریب طلباء کیلئے لنگر یا انکو وظائف دینے کا انتظام ہوں تو وہاں اس رقم کو دیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: ظاہر الروایۃ کے مطابق یہ رقم بنو ہاشم اور سادات کو دینا بھی درست نہیں۔ البتہ نادر الروایۃ میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات دینا جائز ہے اس کو امام طحاویؒ، علامہ انور شاہ کشمیری اور دیگر فقہاء و محدثین نے فی زماننا راجح قرار دیا ہے، احقر (راقم الحروف) کے بھی موجودہ حالات اور خمس الخمس نہ ہونے کی وجہ سے جائز سمجھتا ہے۔ (تفصیل کیلئے احقر کا رسالہ "سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت" مطالعہ کیا جائے)

مسئلہ: اسی طرح چرم قربانی کی قیمت ان انجمنوں، سیاسی یا لسانی جماعت جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر نہ دیا جاتا ہو، بلکہ اسکو سیاسی جلسوں جلسوں، ملازمین کی تنخواہوں، دفاتر کی تعمیر اور انکے فرنیچر وغیرہ میں صرف کیا جاتا ہو، دینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کے متفرق مسائل:

❁ جو بیٹا باپ کے ساتھ کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اس کا اپنا حصہ نہ ہو اور اس کے علاوہ بھی بیٹے کی ملکیت میں اتنا سرمایہ نہ ہو جو نصاب کو پہنچتا ہو تو بیٹے پر قربانی واجب نہیں، البتہ اگر باپ مالدار ہو تو باپ قربانی کرے گا۔

❁ اگر کسی کی بیوی یا بالغ اولاد کے پاس اتنا سرمایہ موجود ہو جو نصاب تک پہنچتا ہو اور باپ کی ملکیت میں نصاب کے برابر کچھ نہ ہو تو بیوی اور بالغ اولاد پر قربانی واجب ہے باپ پر نہیں۔

❁ اگر عورت کا مہر نصاب کے برابر ہو مگر شوہر نے ابھی تک ادا نہ کیا ہو اور شوہر فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں

❁ اگر کسی کے پاس ۱۰ ذی الحجہ کو نصاب کے برابر مال نہ تھا مگر اچانک ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو مالدار ہو تو اس شخص پر قربانی واجب ہے، اگر چہ وہ ۱۲ ذی الحجہ کے سورج ڈوبنے سے قبل مالدار ہوا ہو۔

❁ اگر کوئی مالدار شخص ۱۰ ذی الحجہ سے پہلے پہلے سفر پر روانہ ہوا اور قربانی کے دن سفر ہی میں رہا تو اس شخص پر قربانی واجب نہیں ہے۔

❁ قربانی کے حصہ میں کسی دوسرے آدمی کو شریک نہیں کیا جاسکتا البتہ ثواب میں دوسرے مسلمانوں کو شریک کیا جاسکتا ہے، احادیث کی کتابوں میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح فرمایا اور اس کے ثواب میں پوری امت کو شریک فرمایا۔

❁ قربانی کے لئے ضروری ہے کہ تمام شرکاء کی نیت قرب الٰہی کی ہو، اگر چہ یہ نیت مختلف قربات کی ہو لہٰذا متنفلین اور واجبین تمام کا ایک ہی جانور میں شریک ہونا درست ہے اور تمام کی قربانی جائز ہے، البتہ اگر شرکاء میں کسی ایک کی نیت قرب الٰہی کی نہ ہو تو سب کی قربانی درست نہیں ہے۔

❁ اگر کسی پر قربانی کئی سالوں سے واجب تھی مگر اس نے استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کی تو اس کیلئے لازمی ہے کہ اپنے اس عمل پر استغفار کرے اور جتنے سال اس نے قربانی نہیں کی ہے اس قدر قربانی کی قیمت صدقہ کرے،

❁ اگر قربانی سے دودھ یا اون وغیرہ اتار گیا ہو اس کو صدقہ کرے یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

❁ اگر کسی جانور میں چند آدمی شریک ہوئے اور وہ قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنا نہیں چاہتے بلکہ وہاں کے فقراء کو دینا چاہتے ہیں تو دے سکتے ہیں، تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

❁ ایک شخص پر قربانی واجب تھی اور اس نے قربانی کے لئے جانور بھی خریدا ذبح کرنے سے قبل وہ جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو اس شخص پر دوسرا جانور خرید لینا واجب ہے۔ اب اگر وہ جانور بھی مل جائے تو بہتر یہ ہے کہ اس جانور کی بھی قربانی کی جائے۔

❁ اور جس پر قربانی واجب نہ ہو اور اس نے نفلی قربانی کے لئے جانور خریدا اور وہ قربانی سے پہلے گم ہو گیا یا چوری ہو

گیا یا مر گیا تو اس شخص پر دوسرا جانور خریدنا واجب نہیں البتہ وہ جانور ایام قربانی سے پہلے ملا تو اس کو ذبح کرے اور اگر ایام قربانی کے بعد ملے اس جانور کو یا اس کی قیمت کو صدقہ کردے۔ لیکن اگر اس نے قربانی کے لئے دوسرا جانور خریدا اور قربانی سے قبل پہلا گم شدہ جانور بھی ملا تو اب دونوں کا ذبح کرنا ضروری ہے' اس لئے کہ جب کوئی غریب آدمی قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو وہ نذر کے حکم میں ہے' جس کا پورا کرنا واجب ہے۔

❁ قربانی کے جانور کو ذبح کے لئے جس طرح بھی لٹایا جائے درست ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹایا جائے۔

❁ جانور کو دائیں ہاتھ سے ذبح کرے اگر بلا عذر بائیں ہاتھ سے ذبح کیا قربانی تو جائز ہے البتہ خلاف سنت ہے

اغلاط العوام:

☆ عوام الناس میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جس چھری میں لکڑی کا دستہ نہ ہو اس چھری سے جانور مردار ہو جاتا ہے' شریعت مقدسہ میں اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے' چھری جس دھات کی بنی ہو' اس سے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے۔

☆ اسی طرح عوام الناس میں یہ بات بھی کافی حد تک شہرت پا چکی ہے' کہ عورت ذبح نہیں کرسکتی اگر وہ ذبح کرتے تو جانور مردار ہو جاتا ہے۔ یہ بات بے اصل ہے عورت اگر ذبح کرنا جانتی ہو تو جانور کو ذبح کرسکتی ہے' اور اپنی قربانی کو تو خود ہی ذبح کرے۔

☆ بعض عوام کہتے ہیں کہ کہ بقرعید کے قربانی ہونے تک روزہ سے رہے' یہ محض بے اصل ہے' البتہ قربانی سے اول کھانا نہ کھانا مستحب ہے' لیکن وہ روزہ نہیں' نہ تو یہ فرض ہے نہ روزہ کا ثواب ہے نہ روزہ کی نیت ہے۔

☆ بعض لوگ خصی جانور کی قربانی کو درست نہیں سمجھتے سو یہ غلط ہے' بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بذات خود خصی جانور کی قربانی کی ہے۔ اس لئے خصی جانور کی قربانی زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔

☆ بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ جو شخص قربانی کا حصہ لے اس کو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے گوشت کھانا بند کردینا چاہیے' شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ بے اصل ہے۔

☆ اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ بعض لوگ یکم ذی الحجہ سے قربانی تک بیوی سے ملاپ کو شرعاً منع اور گناہ سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

☆ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ ذابح کی اعانت کرنے والوں مثلاً جانور کے ہاتھ پیر اور منہ پکڑنے والوں پر بھی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لینا واجب ہے' شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں البتہ جو شخص ذابح کے ساتھ چھری چلانے میں شریک ہو اس پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

مولوی تاج محمد حقانی*

شریعت میں عرف و عادت کا پس منظر اور عقود مزارعت کے احکام میں اس کا کردار

قارئین حضرات! حضور پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے لقب سے نوازا اور ایک لاکھ سے زائد انبیاء علیہم السلام کے ایک طویل سلسلے میں حضور ﷺ کو آخری کڑی کے طور پر مبعوث فرمایا اور اسی طرح آپ ﷺ کی امت کو بھی آخری امت کے نام سے موسوم فرما کر قیامت تک انسان کی صحیح رہنمائی کے لئے جامع اصول وضع فرمائے۔ ایسا اصول جن کی روشنی میں وہ زندگی کے ہر دور کے مقتضیات اور لوازمات کی بطریق احسن تکمیل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی دنیا سے رحلت فرمانے سے کچھ عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے اسلامی ضابطہ حیات کی تکمیل کا اعلان کیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے حیات کی تکمیل کی اور تم پر اپنی نعمتیں مکمل کیں اور اسلام ہی کو تمہارے لئے منتخب کیا''(۱)

اب ظاہر بات ہے کہ جس نظام حیات نے دنیاوی زندگی کے آخر تک باقی رہنا ہے اس نے دنیا کے بدلتے حالات کا ساتھ دینا ہے۔ مقتضی الحال کو پہچاننا ہے۔ انسانی طبائع کو ملحوظ نظر رکھنا ہے۔ اعتدال کی میزان قائم رکھنا ہے۔ اباحیت کا مقابلہ کرنا ہے' دیگر نظام ہائے حیات کے بطلان کو واضح کرنا ہے۔ اور رہبانیت کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔ تب کہیں جا کر یہ اپنی فطری تعلیمات سے دنیا کو روشن کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اسلامی انقلاب کے دوران حتی الوسع کوشش فرمائی کہ جو مروجہ باتیں واضح طور پر اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں ان کو ویسے باقی رہنا دیا جائے۔ تا کہ یہ نیا نظام حیات ان کے طبعی اور ذہنی میلانات سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہوں اور لوگ اس سے متوحش نہ ہوں یہی وجہ ہے کہ حضور نے قتل کی وہ دیت جو دور جاہلیت میں حضرت عبدالمطلب نے مقرر کی تھی' برقرار رکھی کیونکہ

---

* فاضل دار العلوم حقانیہ' جنوبی وزیرستان' ایجنسی وانا

عرب اس طریق کار سے مانوس تھے اور اس کثیر الوقوع امر میں تبدیلی سے عرب معاشرے میں تنفر پیدا ہو سکتا تھا۔ اسی طرح معاشرتی نظم ونسق کی بہتری اور اصلاح کے بہت سے امور تھے جنہیں آپ ﷺ نے نہ صرف برحال خود باقی رکھا بلکہ انہیں مستحکم کیا۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكانت الدية على عهد عبد المطلب عشرة من الابل فلما رأى ان القوم لا يرتدعون عن القتل بلغها مائة فابقاها النبي ﷺ على ذالك، واول قسامة وقعت التي كانت بحكم ابي طالب، وكان لرئيس القوم مرباع كل غارة فسن رسول الله ﷺ الخمس من كال غنيمة، وكان قباذا وابنه نوشيروان وضعا عليهم الخراج والعشر فجاء الشرع بنحو من ذالك وكانوا بنو اسرائيل يرجمون الزنا ويقطعون السراق ويقتلون النفس بالنفس فنزل القرآن بذالك وامثال ذالك كثيرة جلدا لا تخفى على المتتبع۔

,,عبد المطلب کے زمانہ میں دیت کے دس اونٹ معین تھے' جب انہوں نے دیکھا کہ اب بھی لوگ قتل سے باز نہیں آتے تو سواونٹ مقرر کر دیئے' پس نبی ﷺ نے بھی یہی سو اونٹ اور سب سے پہلے قسامہ ابو طالب کے حکم سے واقع ہوئی تھی اور قوم کے سردار کیلئے مال غنیمت میں چہارم حصہ مقرر تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی جگہ پر غنیمت میں سے خمس مقرر فرمایا' قباذ اور اسکے بیٹے نوشیروان نے لوگوں پر خراج اور عشر مقرر کیا تھا حضور ﷺ نے بھی اسی کے قریب قریب قرار دیا۔ بنی اسرائیل زانیوں کو سنگسار کرتے تھے اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے تھے' جان کے بدلہ کے جان لیتے تھے' پس قرآن میں بھی یہی احکامات نازل ہوئے۔ اس قسم کے بے شمار احکام ہیں رو تتبع کرنے والے پر مخفی نہیں،، (۲)

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب ہم اسلامی احکامات کا تتبع کرتے ہیں تو بہت سے مواقع پر انسان کے طبعی حالات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر شراب کو لیں' ہم دیکھتے ہیں کہ جس معاشرے میں دین اسلام کا ظہور ہوا اس معاشرے میں انسانی زندگی شراب کے بغیر ادھوری تھی حالانکہ یہی شراب تمام مفاسد کی جڑ اور ام الخبائث ہے' اس کی موجودگی میں اسلامی نظام کے مطابق ایک صالح معاشرے کا قیام قطعاً ناممکن ہے' لیکن اسلام نے ان باتوں کے باوجود اس بارے میں یکبارگی فیصلہ نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں تدریجی عمل اپنایا' سب سے پہلے قرآن نے اس کے فائدے کے مقابلے میں اس کے نقصان کو زیادہ بتایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوئے اور شراب میں فائدے کی بجائے نقصان اور گناہ زیادہ ہے۔ یہ بات سن کر محتاط اور سنجیدہ لوگوں نے شراب کا استعمال ترک کرنا شروع کیا' پھر حکم ہوا کہ نشے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات یعنی نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ اس حکم کے بعد ہر مومن کو دن رات کے چوبیس

گھنٹوں میں خاطر خواہ وقت تک شراب سے رکنا پڑا' بعد ازاں جبکہ لوگ طبعی اور ذہنی طور پر شراب کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو چکے تھے تو ذات باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ بے شک جوا' بت اور پھانسے شیطانی عمل ہیں۔آیت کریمہ کا تدریجی نزول آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ تعالیٰ: وسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔ (۳)

قولہ تعالیٰ: یایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکاری (۴)

قولہ تعالیٰ: یایھا الذین امنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشیطان۔ (۵)

تاریخ گواہ ہے کہ شراب کے فریفتہ لوگوں نے اس حکم کو سنتے ہی بلا چون و چرا سر تسلیم خم کیا اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہائی جانے لگی بلکہ کافی مدت تک حکم نبوی ﷺ کے تحت شراب کے برتنوں کو دیگر مقاصد کے لئے بھی استعمال کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا تاکہ شراب کی طرف طبعی میلان ذہنوں سے نکل سکے' اسلام کے تدریجی انقلاب کے اسی فلسفے کی تائید حضرت عائشہؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔آپؓ فرماتی ہیں۔

انما انزل اول ما انزل منه سور من المفصل فیھا ذکر الجنة و النار حتی اذا ثـب الناس الی الاسلام نزل الحلال و الحرام ولو نزل اول شئی لا تشربوا الخمر لقاموا لاندع الخمر ابدا ولو نزل لاتزنوا القالوا لاندع الزنا ابدا۔

''اسلام کی ابتداء میں مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور جہنم کا ذکر تھا۔اور جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے تو حلال وحرام کے احکامات نازل ہوئے۔اگر شروع ہی میں یہ نازل ہوتا کہ شراب مت پیو تو لوگ کہہ دیتے کہ ہم شراب کبھی نہ ترک کریں گے اور اگر شروع میں نازل ہوتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہہ دیتے کہ ہم زنا کبھی ترک نہ کریں گے''۔(۶)

اس روایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام طبعی میلان اور انسانی مانوسیت کو کتنا اہم سمجھتا ہے۔اسلام نے اکثر اپنے پیروکاروں کو پہلے اپنے سے قریب تر کیا بعد ازاں کسی حکم اور خلاف طبع امر کا پابند بنایا اور واضح بات ہے کہ اس طریق کار میں بہت سہولت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے عین مطابق ہے جس میں اسلام کے پیروکاروں کو آسانی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر

''خداوند تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ دشواری کا''۔ (۷)

بلکہ اگر ہم کسی قدر مزید تفصیل میں جانا چاہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کی دلجوئی کی خاطر بیت اللہ شریف کا وہ حصہ جواب حطیم کہلاتا ہے' بیت اللہ میں شامل نہیں کیا حالانکہ یہ حصہ کعبہ شریف کی حدود میں شامل ہے اور حاجی حضرات کے لئے ضروری ہے کہ اس حصہ سے باہر طوائف کریں لیکن چونکہ اسلام کی آمد کے وقت عرب معاشرہ بیت اللہ کی اسی تعمیر سے مانوس تھا اس لئے حضورﷺ نے ایسی تعمیر سے اجتناب فرمایا جس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہوسکتی تھی اور اسی لئے ایک موقع پر حضورﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبة وبنیتها علی اساس ابراھیمؑ

''اے عائشہ! اگر تیری قوم سے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر تعمیر کرتا''(۸)

اسی طرح جب ہم روایات اور احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ عرب معاشرے میں کھجور کے درخت کے نر اور مادہ کے خوشوں کے ملانے کا رواج تھا۔ حضورﷺ نے ایک سال لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا چنانچہ اس سال درخت خرما میں بہت کم پھل پیدا ہوا اور جب لوگوں نے اس بارے میں حضورﷺ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: انما انا بشر مثلکم اذا امرتکم بشئی من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشئی من رأی فانما انا بشر فانی انما ظننت ظنا ولا تؤاخذوی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن الله شیأ فخذوا به فانی لم اکذب علی الله۔

''میں ایک انسان ہوں جب میں تمہیں کسی مذہبی بات کا حکم کروں تو اس کو لے لو اور جو بات میں تم سے اپنی رائے سے کہوں پس میں ایک بشر ہوں' درخت خرما کے متعلق یہ میرا گمان تھا پس ظنی بات میں میرا مواخذہ نہ کرو لیکن جب خدا کی طرف سے میں کوئی بات بیان کروں تو اس کو اختیار کرو اس لئے کہ میں نے خدا پر کبھی جھوٹ نہیں بولا''(۹)

ابتدائی دور کے متعلق اس سرسری جائزے کے بعد جب ہم ان حالات پر نظر ڈالتے ہیں جب مدینہ منورہ میں ایک باقاعدہ اسلامی ریاست کے خدوخال واضح ہونے لگے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اسلامی تعلیمات کا عملی نفاذ ہونے لگا تو ہم دیکھتے ہیں کہ آیات قرآنی' احادیث نبویﷺ اور بعد ازاں فقہاء کرام کے اجتہادات میں اسلامی تعلیمات کے متعلق یسر اور آسانی کا عنصر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ سہولت اور آسانی کا احساس ہمیشہ مانوس امور میں ہوتا ہے جن کا انسان عادی ہوتا ہے۔ البتہ جہاں یہ طبعی احساسات اور مانوسیت کے اصول و ضوابط سے متصادم نظر آئے' ان کا کسی دور میں کبھی لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا اور جہاں ایسی صورتحال درپیش نہیں آئی۔ اسلام نے غیر ضروری طور پر اپنے پیروکاروں کو تنگی اور حرج میں نہیں ڈالا۔

شرعی احکام کی اصولی تقسیم: شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''اصولی طور پر شرعی

احکام دو قسم پر ہیں۔

۱۔ قطعی احکامات:

یہ وہ احکامات ہیں جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہیں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت ہیں اور قرآن و حدیث ان کے بارے میں یک زبان ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یا ان کے بارے میں امت کا اجماع ہے۔ان احکامات میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان نہیں اور یہ ابدی اور دائمی ہیں مثلاً سود' قتل ناحق اور شراب نوشی کی حرمت یا نماز' روزہ اور دیگر فرض عبادات کا وجوب۔ خدانخواستہ اگر پوری امت کی عرف و عادت ان جیسے منصوص احکامات کے خلاف ہو جائے تب بھی ان احکامات میں تغیر یا ترمیم کی از روئے شریعت کوئی گنجائش نہیں بلکہ ایسی کوشش کرنے والے حضرات اکثر اوقات الحاد اور زندقہ کی دہلیز پر جا پہنچتے ہیں۔ایسے احکامات شریعت میں محدود ہیں۔

۲۔ اجتہادی احکامات:

یہ وہ احکامات ہیں جن میں مجتہدین فقہاء کے اختلاف کی وجہ عموماً نصوص میں بظاہر تعارض یا صحابہ کرام کے فیصلوں یا فتوؤں کا اختلاف ہوتا ہے اور ان میں تقدیم و تاخیر کی تاریخ مجہول ہوتی ہے جس کے نتیجے میں مجتہدین حضرات کے اقوال میں واختلاف واقع ہو جاتا ہے مثلاً مزارعت کا مسئلہ جس کے بارے میں آثار اور روایات بظاہر مختلف ہیں' جواز اور عدم جواز دونوں کے لئے مأخذ موجود ہیں جس کے نتیجے میں خود حنفی اماموں کے درمیان بھی اختلاف واقع ہوا ہے۔امام ابوحنیفہؒ سے مزارعت کا عدم جواز منقول ہے حالانکہ صاحبینؒ جواز کے قائل ہیں۔

ان اجتہادی مسائل میں سے بعض ایسے ہیں جن کا تعلق موجودہ زمانہ کی نئی ایجادات' معاشیات' اقتصادیات' علاج معالجہ اور انسانی زندگی کے دیگر مختلف شعبوں سے ہے اور انسان کی ارتقائی زندگی کی نئی شکلیں ہیں۔ان میں بعض معاملات اور عقود ایسے ہوتے ہیں جن میں ذات کے لحاظ سے حرمت نہیں ہوتی البتہ ان میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں کے لئے یہ عقود تنازع کا باعث بن جائیں اس لئے ایسے معاملات میں جب لوگوں کے اندر کسی طریقہ عقد پر عرف اور رواج عام ہو جاتا ہے تو ان میں فساد کا پہلو ختم ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام ان معاملات کو جائز قرار دیتے ہیں''(۱۰)

اجتہادی مسائل کے لئے چند قواعد و ضوابط:

''کسی خاص فقہ کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی مسئلہ پر عمل کرنا دشوار ہو جائے اور دوسرے مذہب پر عمل کرنا ضرورت اور مجبوری بن جائے تو یہ عمل جائز ہوگا جیسا کہ محققین احنافؒ نے گمشدہ شخص کی بیوی کے بارے میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے کہ چار سال انتظار کرنے کے بعد نکاح فسخ کیا جائے ایسا کرنے میں اگرچہ ایک مذہب خاص کے دائرہ سے تو خروج ہوا مگر دائرہ شریعت سے خروج لازم نہیں آتا اس لئے کہ ''حق'' اہل سنت والجماعۃ

کے مذاہب اربعہ کے اندر لاعلی التعیین دائر ہے۔

نیز اگر کسی پیش آمدہ مسئلہ میں خروج عن المذہب کی ضرورت تو نہیں لیکن سابقہ فقہاء کے فتاووں کی آغوش سے وہ مسئلہ باہرے اوران فتاؤوں میں اس مسئلے کا صریح حکم ڈھونڈ نکالنا اس لئے دشوار ہے کہ یہ مسئلہ جدید دور سے تعلق رکھتا ہے پھر بھی انطباق الکلیات علی الجزئیات کے اصول کی روسے اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا۔ کیونکہ ہر نیا مسئلہ کسی نہ کسی قاعدہ اور کلیہ کے تحت آ ہی جاتا ہے اس لئے توفیق خداوندی سے ائمہ مجتہدینؒ نے قرآن وسنت سے احکامات کی استنباط کے لئے ایسے کلمات وضع کئے ہیں جو مستقبل میں ہر نئے پیش آمدہ مسئلہ کے استنباط کے لئے بنیاد بن سکتے ہیں اور یہ طریق کار چونکہ جدید اجتہاد کے زمرے میں نہیں آتا اس لئے یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور اسی انطباق الکلیات علی الجزئیات کے اصول کے تحت اسلامی شریعت مستقبل میں بھی مسائل کے حل کے لئے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کرتی رہے گی۔

علاوہ ازیں وہ مسائل جو فقہاء اور ائمہ متقدمینؒ نے اپنے زمانہ کے عرف وعادت کی بنا پر ''غیر مفضی الی النزاع'' قرار دے کر جائز قرار دیئے ہیں یا اس وقت کے حالات کے پیش نظر ''مفضی الی النزاع'' سمجھ کر فاسد قرار دیئے ہیں، سینکڑوں سال بعد اگر سابقہ عرف وعادت میں یقینی تبدیلی آئی ہے یعنی مفضی الی النزاع ہونے یا نہ ہونے کی وہ پرانی روش بدل چکی ہے۔ لیکن ضرورت اور احتیاج میں کمی نہیں آئی ہے۔ تو ایسے مسائل میں بھی محققین فقہاء احنافؒ کی تحقیق یہی ہے کہ عرف وعادت کی تبدیلی کے ساتھ ان مسائل کے احکامات بھی بدل جاتے ہیں۔ (''بتغیر الاحکام بتغیر الازمان'')(۱۱)

مزارعت کے مسائل اور عرف وعادت

دور حاضر میں مزارعت کے مسائل نے بہت اہم معاشی صورت اختیار کرلی ہے اور آئے دن اس کی نت نئی شکلیں سامنے آتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے دور اول کے فقہاء کی آراء پر ایک نظر ڈالیں۔ واضح رہے کہ ائمہ احنافؒ کے درمیان اس مسئلے کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کی کئی بنیادی وجوہات ہیں۔

اس سلسلے میں صاحب ہدایہ کی تصریح کو بنیاد بنا کر اصل مسئلہ کی وضاحت بہتر انداز میں ہوسکتی ہے۔

صاحب الهدایہؒ کتاب المزارعۃ کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃؒ المزارعة بالثلث والربع باطلة، اعلم ان المزارعة لغة فاعلة من الزرع وفی الشریعة هی عقد علی الزرع ببعض الخارج وهی فاسدة عند ابی حنیفةؒ وقالا جائزة لماروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل اهل خیبر علی نصف مایخرج من ثمر اور زرع ولانه عقد شرکة بین المال والعمل فیجوز اعتبارا

بالمضاربة و الجامع دفع الحاجة (الی ان قال) وله: ماروی انه علیه السلام نهی عن المخابرة وهی المزارعة ولانه استیجار ببعض مایخرج من عمله فیکون فی معنی قفیز الطحان ولان الاجر مجهول او معدوم وکل ذالک مفسد الاان الفتویٰ علی قولهما لحاجة الناس الیها ولظهور تعامل الامة بها و القیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع الخ۔

''عقد مزارعت زمین کی پیداوار میں شراکت کا سودا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سودا فاسد ہے اور صاحبینؒ کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ حضور نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ میووں اور فصلوں کے آدھے حصہ پر مزارع کا سودا کیا تھا اور اس لئے بھی کہ یہ تو مال اور محنت کے درمیان شرکت کا سودا ہے اس لئے مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے یہ جائز ہے اور علت مشترک دفع حاجت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ حضور نے مخابرہ سے ممانعت کی اور مخابرہ مزارعت کو کہتے ہیں اور نیز یہ تو محنت کش کو اس کے عمل سے پیدا شدہ چیز کے بعض حصے سے اس کو مزدوری دینا ہے۔تو یہ قفیز الطحان کے حکم میں ہوا اور نیز مزدوری نامعلوم اور معدوم ہے اور یہ تمام باتیں باعث فساد ہیں۔البتہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اس لئے لوگوں کا احتیاج ہے اور امت کا تعامل اس پر ہے اور تعامل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے استصناع کے مسئلے میں عرف کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا گیا ہے۔''(۱۲)

صاحبین کے دلائل:

۱۔ حضورﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو خیبر کے باغات اور زمین وہاں کے یہود کو آدھے پیداواری حصہ پر دیئے۔

۲۔ کاشتکاری ایک شراکتی عقد ہے جس میں مالک زمین کی طرف سے زمین یعنی مال ہے اور کاشتکار کی طرف سے عمل ہے تو یہ شراکت اسی طرح جائز ہے جیسے عقد مضاربت کہ جس میں ایک شخص نقد رقم دیتا ہے اور دوسرا تجارت کرتا ہے اور منافع میں دونوں حصہ دار ہوتے ہیں۔

۳۔ لوگوں کی احتیاج اور تعامل ورواج ہے۔

امام اعظمؒ کے دلائل:

حضورﷺ نے کاشتکاری پر زمین دینے سے ممانعت فرمائی ہے۔

۲۔ جب اجارہ میں مقررہ اجرت مزدور کے عمل کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے تو ایسا اجارہ فاسد ہے کیونکہ حضورﷺ نے گندم پیسنے کی اجرت میں آٹے سے معین مقدار اجرت میں دینے سے منع کیا ہے۔جو قفیز الطحان کا مشہور مسئلہ ہے اور یہاں بھی چونکہ کاشتکار کی اگائی ہوئی فصل سے اس کو اجرت دی جاتی ہے اس لئے اجرت بھی حکماً

قفیز الطحان جیسی ہے۔

۳۔ کاشتکار کے لئے فصل میں جو حصہ مقرر کیا جاتا ہے اس کی مقدار اور وجود معلوم نہیں خدا جانے کتنی پیداوار حاصل ہوگی؟ یا یہ کہ سرے سے پیداوار حاصل ہوگی بھی یا نہیں؟ اور جب اجرت مجہول یا معدوم ہے تو اجارہ بھی فاسد ہوا۔ صاحب ہدایہؒ کے یہ الفاظ قابل توجہ اور اہمیت کے حامل ہیں۔

واضح رہے کہ حنفی مذہب کی فقہ کا ایک بنیادی اور مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں مسلمانوں کی عرف وعادت کو مجتہد کے قول اور قیاس پر فوقیت حاصل ہے۔ (العرف قاض علی القیاس)

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل کا خلاصہ:

ا۔ حضورؐ نے مزارعت بعین بٹائی پر زمین دینے سے ممانعت کی ہے یہ گویا امام اعظمؒ نے اپنے مدعیٰ پر نص صریح پیش کیا ہے۔

۲۔ آپؒ نے مروجہ مزارعت کو قفیز الطحان پر قیاس کیا ہے۔

۳۔ مزارعت میں کاشتکار کو ملنے والی اجرت کی مقدار یا تو مجہول ہے یا علی خطر العدم ہے لہٰذا یہ مفضی الی النزاع ہونے کے سبب فاسد ہے۔

<u>مزارعت میں عرف وعادت معتبر قرار دینے پر اشکال اور اس کا جواب:</u>

یہ بات مسلّم ہے کہ صاحبینؒ کے زمانہ سے لے کر آج تک مزارعت کے مسئلہ میں تمام فقہاء احنافؒ کا فتویٰ اور عمل صاحبینؒ کے قول پر ہے اور اس کی دلیل بھی تمام فقہاء یہی بیان کرتے ہیں۔ جو صاحب ہدایہ نے بیان کی یعنی احتیاج اور لوگوں کی عرف وعادت اور اس حد تک اس مسئلے کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ ائمہ کرام اور فقہاء احنافؒ کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ نص کے خلاف عرف وعادت معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ نص کا مناط قیاس یا عرف وعادت نہ ہو اب اس اتفاق کے ہوتے ہوئے بھی فقہاء احنافؒ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دے کر نص کے خلاف عرف وعادت کو آخر کیوں ترجیح دی؟

اقول: ولقائل ان یقول نعم ان القیاس یترک بالتعامل ولکن النص لایترک بذالک لان التعامل اجماع عملی والاجماع لاینسخ الکتاب ولا السنة علی ماعرف فی علم الاصول فبقی تمسک ابی حنیفةؒ بالسنة وھی ماروی عن النبی ﷺ انه نھی عن المخابرة وھی المزارعة سالما عما یدفعه فماوجه الفتویٰ علی قولھما؟

''میں کہتا ہوں کہ کوئی معترض یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ ٹھیک ہے قیاس کو تعامل کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے

میں ذکر کیا ہے''۔ (۲۶)

عرف وعادت کی تبدیلی سے عرف پرمبنی تمام فتوے تبدیل ہوجاتے ہیں۔

واضح رہے کہ گزشتہ دور میں فقہانے اپنے فتاووں میں جو جزئیات درج کی ہیں وہ درحقیقت ان قواعد اور اصول کے مطابق ہیں جو ائمہ مذہب نے نصوص سے اخذ کئے ہیں۔ یہ قواعد ایسے جامع کلیات ہیں جو مستقبل کے پیش آمدہ مسائل پر حاوی ہیں۔ فقہاء کرام نے پیش آمدہ جزئی مسائل میں اپنے دور کے لوگوں کی عادات کے موافق جو فتوے صادر کئے ہیں' ان میں انہوں نے ائمہ مذہب کی مخالفت نہیں بلکہ ان کے مسلمہ قواعد سے اخذ کرتے ہوئے ان کی متابعت کی ہے۔

آج اگر مفتی حضرات لوگوں کی نئی عادات کے پیش نظر سابقہ فتووں کے برعکس نئے فتوے صادر کریں جو مذہب کے اماموں کے مسلمہ قواعد کے عین مطابق ہوں' تو یہ مذہب اور فقہاء سابقین کے معتمد فتاووں کی حقیقی پیروی ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ ''نشر العرف'' میں لکھتے ہیں۔

(فان قلت) العرف يتغير ويختلف باختلاف الازمان فلو طرءا عرف جديد هل للمفتي في زماننا ان يفتي على وفقه ويخالف المنصوص في كتب المذهب ؟ الخ (قلت) مبنى هذه الرسالة على هذه المسئلة فاعلم ان المتاخرين الذين خالفوا المنصوص في كتب المذهب في المسائل السابقة لم يخالفوه الالتغير الزمان والعرف وعلمهم ان صاحب المذهب لو كان في زمنهم لقال بما قالوا الخ وفي ذيله فللمفتي الآن ان يفتي على عرف اهل زمانه وان خالف زمان المتقدمين الخ۔

''اگر کوئی سوال کرے کہ عرف وعادت تو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے تو اگر سابقہ عرف کی جگہ لوگوں میں نیا عرف رائج ہوا تو کیا ہمارے دور کا مفتی نئے عرف کے مطابق فتویٰ دے گا؟ اور ظاہر مذہب کی کتابوں اور فتاووں کے صریح فتووں کی مخالفت کرے گا؟ جواب یہ ہے کہ یہ رسالہ تو میں نے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے تصنیف کیا ہے' سوگزارش ہے کہ گزشتہ دور کے مسائل میں علماء متاخرین نے ظاہر مذہب کی منصوصات میں جو مخالفت کی ہے وہ زمانہ اور عرف کی تبدیلی کی بنیاد پر ہے اور انہیں۔ (قواعد سے) یہ واضح ہے کہ آج اگر صاحب مذہب زندہ ہوتے تو وہ بھی ایسا ہی فرماتے جیسے ہم کہتے ہیں۔ (رسالہ کے ذیل میں ہے) پس آج کے زمانہ کے مفتی کو چاہیے کہ موجودہ زمانہ کی عرف وعادت کے موافق فتویٰ دے اگرچہ ایسا کرنے میں سابقہ مفتیوں کی مخالفت لازم آئے۔''

معین الحکام کی عبارت ملاحظہ ہو:

قوله: فهل اذا تغيرت تلك العوائد و صارت تدل على ضد ما كانت تدل

لیکن نص کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ عرف اور تعامل عملاً اجماع ہوتا ہے اور اجماع قرآن اور سنت کو منسوخ نہیں کرسکتا جیسا کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے تو ابوحنیفہؒ کا استدلال حدیث کے ساتھ قائم رہا تو صاحبین کے قول پر فتویٰ دینے کی کیا وجہ ہے؟''(۱۳)

اس اشکال کے حل کے لئے بہت معتمد فقہاء کرامؒ اور محدثین حضراتؒ نے مفصل طور پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، جس کا خلاصہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ تفصیل مزارعت کے جدید پیش آمدہ مسائل کی وضاحت میں کارآمد رہے گی۔

اس اشکال کو حل کرانے کیلئے محدثین حضرات نے کئی جوابات ذکر کئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اول: نہی کی احادیث بیان کرنے والے راویوں میں مرکزی کردار جناب رافع بن خدیجؓ کی ہے جنہوں نے اپنی روایات میں خود تصریح کی ہے کہ حضورﷺ نے مزارعت سے مطلقاً نہی نہیں فرمائی بلکہ اس کی مخصوص صورتوں سے ممانعت فرمائی ہے۔ اصل صورت حال یہ تھی کہ اس زمانہ میں لوگوں کی عادت یہ تھی کہ زمین کا مالک زمین کے مخصوص مقامات کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کرتا اور باقی کاشتکار کے لئے، جس کے نتیجہ میں بعض اوقات ایک حصہ سے کم پیداوار حاصل ہوتی اور دوسرے حصہ سے زیادہ، حضورﷺ نے اس مخصوص مزارعت سے منع فرمایا اور مزارعت کی یہ صورت ائمہ احنافؒ کے نزدیک بالاتفاق فاسد ہے۔

دوم: رافع بن خدیجؓ کی روایت میں متناً، سنداً اضطراب ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

سوم: حضورﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا جو عقد کیا تھا وہ آپﷺ کے عہد اور پھر ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں بحال رہا عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہود کو خیبر سے جلاوطن کر کے یہ عقد ختم کیا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مزارعت کے جواز کی احادیث مؤخر اور ممانعت کی احادیث مقدم ہیں اس لئے ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے بذل المجہود ج ۴، ص ۲۵۹، اعلاء السنن ج ۱۷۔ ص ۳۹ اور تکملہ فتح الملہم ج ۱۔ ص ۴۳۸)

جوابات کا حاصل یہ ہوا کہ نہی اور ممانعت والی احادیث قابل حجت نہیں ہیں لہذا صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دینا عرف و عادت پر مبنی ہے اور یہ من قبیل قضاء العرف علی النص نہیں ہے بلکہ من قبیل قضاء العرف علی القیاس ہے، لیکن جب ہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کے عمیق اور وسیع علم پر نظر ڈالتے ہیں نیز یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آپ کا تعلق خیر القرون کے ساتھ ہے اور پھر آپ کی محدثانہ شان کا یہ عالم ہے کہ امام بخاریؒ جیسے عظیم محدث آپ کے شاگردوں کی روایت کردہ احادیث پر فخر کرتے ہیں، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ جوابات سے یہ اشکال رفع تو ہو جاتا ہے لیکن امام اعظمؒ کی شان سے مناسبت نہیں رکھتا، کیا امام اعظمؒ کو ممانعت کی احادیث کے متعلق مطلق اور مقید ہونے کا علم نہ تھا؟ کیا آپؒ کو رافع بن خدیجؓ کی روایت کردہ حدیث کے ضعف اور اضطراب کی خبر نہ تھی؟ نیز کیا امام اعظمؒ صاحب کو ناسخ اور منسوخ

کا علم نہ تھا؟

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

ولم اكن افهم دهرا ما في الهداية في اول باب المزارعة: لاتجوز المزارعة والمساقاة عند ابي حنيفةؒ ثم اراه ينقل الخلاف في المسائل بينه وبين صاحبيه وكنت اتعجب ان المزارعة اذا لم تجز عنده فمن اين تلك التفريقات والمسائل ولم يكن يعلق بقبي ما اجابوا عنه من ان الامام كان يعلم ان الناس ليسوا بعاملين على مسئلتي ففرع المسائل الهم ان زارعوها فما ذا تكون احكامها؟ ثم رايت في حاوي القدسي: كرهها ابو حنيفةؒ ولم ينه عنها اشد النهي وحينئذ نشطت من العقال وثلج صدري وظهر وجه التفريعات مع القول بالبطلان فانه قد نبهناك فيما مر ان الشيء قد يكون باطلا ولا يكون معصية فلا بد ان يكون له احكام على تقدير فرض وقوعه.

''ایک زمانہ تک میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ صاحب ہدایہ جیسے فقہاء احنافؒ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزارعت یعنی کاشتکاری پر زمین دینا اور مساقات یعنی باغ مزدور کو حصہ پر دینا جائز نہیں اور دوسری طرف مزارعت کے مختلف پیش آمدہ مسائل کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ فلاں صورت میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ فلاں صورت امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور فلاں صورت ناجائز۔ مجھے تعجب تھا کہ جب امام صاحب کے نزدیک مزارعت سرے سے جائز ہی نہیں تو آپ کے مذہب کے مطابق مختلف صورتوں کے مختلف احکامات بیان کرنے کی کیا گنجائش ہے؟ بعض احناف نے اس کی جو یہ وجہ بیان کی ہے کہ امام صاحب جانتے تھے کہ لوگ میرے قول پر عمل کر کے مزارعت کو چھوڑیں گے نہیں اس لئے آپ نے مزارعت کے مختلف مسائل کی صحت اور فساد کے احکامات بیان کر دیئے ہیں مگر اس جواب سے مجھے تشفی اور قلبی اطمینان حاصل نہیں ہو رہا تھا ۔اس کے بعد کتاب مسمی ''حاوی القدسی'' میں میری نظر سے گزرا کہ امام ابوحنیفہؒ مزارعت کو ناپسند فرماتے تھے مگر اس سے سختی سے منع نہیں کرتے تھے۔ تب میری الجھنیں دور ہوگئیں اور مجھے دلی اطمینان اور ٹھنڈک نصیب ہوئی اور مجھے معلوم ہوا کہ مزارعت کو باطل کہنے کے باوجود آپؒ نے اس کے مختلف مسائل اور احکامات کیوں بیان کئے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ کسی کام کو فقہاء کرامؒ باطل کہہ دیتے ہیں مگر اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی وہ باطل کام کر ڈالے تو اس پر جواز اور عدم جواز کے جملہ احکامات مرتب ہوں گے۔ اس کے متعلق گزشتہ مختلف مقامات پر میں نے وضاحت بھی کی ہے'' (۱۴)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مزارعت کے بارے میں ممانعت کی جو نصوص آئی ہیں وہ بظاہر تو نہی کی نصوص ہیں مگر درحقیقت اسلام کے جود و احسان کی تعلیمات ہیں' خود احادیث مرویہ فی ہذا الباب کے الفاظ بھی یہی گواہی دے رہے ہیں' ملاحظہ ہو:

عن جابر بن عبداللہؓ : قال کان لرجل فضول ارضین من اصحاب رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ من کانت له فضل ارض فلیزرها اولیمنحها اخاه۔

''حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک آدمی کے پاس زائد زمین تھی چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد زمین ہو اس کو چاہیے کہ وہ زمین خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو بطور احسان کاشت کرنے کے لئے دے''۔ (۱۵)

اس حدیث کی تشریح میں علامہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

قوله: لیمنحها اخاه" قد تقدم ان هذا الامر ورد للندب و الارشاد هو من قبیل المواساة فیمابین السلمین فینبغی لصاحب الارض ان رأی احدا من اخوانه محتاجا ان یمنحه ارضه للزراعة من غیر اجرة و یواسیه بارضه وهذا وان لم یکن واجبا عیله تشریعا ولکنه مماحث علیه رسول الله ﷺ۔

''یہ تحقیق گزر چکی ہے کہ یہ حکم مستحب کے درجہ میں ہے اور مسلمانوں کو آپس میں احسان کا برتاؤ کرنے کے لئے ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اگر کسی کے پاس زائد زمین ہو وہ دوسرے محتاج مسلمان بھائی کو بطور عطیہ کاشت کے لئے بلا معاوضہ دے دے۔ تاہم از روئے شریعت اس پر یہ واجب نہیں البتہ جب حضور ﷺ نے اس عمل کی ترغیب دی ہے تو یہ عمل مستحب ہے''(۱۶)

نیز علامہ انور شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''لیمنحها' کا امر جوان مردی اور خوش اخلاقی کی بناء پر ہے۔ (۱۷)

اجتہادی مسائل میں وارد نصوص محض صورۃً نصوص ہیں۔

گزشتہ اشکال یا دیگر اجتہادی مسائل میں ائمہ کرام اپنے مسالک کی تائید کیلئے جو مختلف نصوص پیش کرتے ہیں علامہ ابن الہمامؒ ان کے جواب میں ایک ''کلیہ'' بیان کرتے ہیں جس سے سابقہ اشکال کا جواب بھی ملتا ہے۔

قوله: فان قیل التعامل علی خلاف النص باطل قلنا: النصوص الواردة فی المجتهدات صور النصوص و الا لایحل لاحد الخلاف فیها الخ۔

''اگر کسی نے کہا کہ نص کے خلاف تعامل باطل ہے یعنی مزارعت سے منع کرنے والی نص کے خلاف کیسے

جواز کی دلیل بن سکتا ہے، ہم جواب دیتے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں جو احادیث بشکل نصوص یعنی امر یا نہی وارد ہوئی ہیں وہ صورۃً نصوص ہیں اور حقیقت میں امت کے لئے ''خوب تر'' کے حصول کے لئے ارشاد اور تعلیم ہے''(۱۸)

ولادلالة فيه على بطلان المزارعة بالثلث او الربع عند الامام وانما غاية انه كرهه تورعاً الخ۔

''امام محمدؒ نے کتاب الآثار ص ۱۱۲ پر امام اعظمؒ کے قول کے لئے جو دلائل نقل کئے ہیں ان میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ پیداوار کی تہائی یا چوتھائی پر مزارعت امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؒ نے مزارعت کو بنا بر تقویٰ مکروہ قرار دیا ہے۔''(۱۹)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ مزید لکھتے ہیں:

قوله في هذا الباب مبني على الاحتياط والورع دون التحريم۔

''مزارعت کے بارے میں امام اعظمؒ کا قول پرہیزگاری اور احتیاط پر مبنی ہے حرمت اور عدم جواز کی بنیاد پر نہیں''(۲۰)

علامہ تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں۔

واما بعض الاحاديث التي وردفيها التصريح بالنهي عن المزارعة بالثلث او الربع فمحمولة على التنزيه والارشاد:

''جن احادیث میں مزارعت سے نہی وارد ہوئی ہے وہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں یعنی اسلامی جوانمردی کے اختیار کرنے کا ارشاد اور مشورہ ہے''(۲۱)

حاصل بحث:

جواب کا مضمون کئی علمی باریکیوں کے سبب طویل ہو گیا۔ اب ناظرین کی آسانی کے لئے چند اہم نکات کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ مزارعت سے ممانعت کے متعلق جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ صورۃً تو نہی کی نصوص ہیں مگر حقیقۃً اسلامی اخوت، ہمدردی اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کی تعلیم کے لئے ارشاد اور مشورہ ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہؒ کا مزارعت سے ممانعت کا قول محض حضور ﷺ کی مذکورہ ترغیب اور مشورہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے آپؒ کے تقویٰ پر مبنی ہے۔

۳۔ فقہاء احنافؒ نے صاحبینؒ کے قول پر جو فتویٰ دیا ہے اور مزارعت کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اس کی سند اور دلیل لوگوں کا احتیاج اور عرف وعادت ہے۔

۴۔ عرف وعادت کا یہ اعتبار نص کے خلاف نہیں بلکہ قیاس کیخلاف ہے اور یہ جائز ہے (العرف قاض علی القیاس)

۵۔ امام صاحبؒ کے باقی دو دلائل یعنی قفیز الطحان پر قیاس کرنا یا اجرت کا مجہول ہونا جو کہ مفضی الی النزاع ہے یہ چونکہ مزارعت کی ممانعت کے لئے قیاسی دلائل ہیں اس لئے عرف وعادت کے مقابلہ میں ان کی اہمیت نہیں ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام صاحبؒ نے ان دلائل کو زیادہ اہمیت نہ دے کر مزارعت کے سلسلے میں نرمی اختیار کی ہے۔

۶۔ علامہ ابن الہمامؒ نے اجتہادی مسائل میں وارد احادیث کو ''صور النصوص'' یعنی نصوص کی شکلیں قرار دے کر اجتہادی مسائل کے حل کے لئے بہت بڑی سہولت پیدا کر دی ہے۔

عرف وعادت شرعی دلیل ہے:

علامہ ابن عابدینؒ عرف کی حجیت پر تفصیلی بحث کا خلاصہ لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

(وحاصله) ان حكم العرف يثبت على اهله عاما اوخاصا فالعرف العام في سائر البلاد يثبت حكمه على اهل سائر البلاد والخاص في بلدة واحدة يثبت حكمه على تلك البلدة فقط. قوله: ولقد صدق الامام الفضلي في قوله: وفي نزع الناس عن عاداتهم حرج انتهى۔

''عرف وعادت کا حکم لوگوں پر شرعاً ثابت ہے خواہ عام ہو یا خاص پس وہ عرف جو تمام شہروں میں جاری ہوا اس کا حکم سب لوگوں پر شرعاً ثابت ہے اور کسی خاص شہر اور علاقہ کا عرف اسی خاص علاقہ کے رہنے والوں کے لئے ہوگا۔ امام فضلیؒ نے واقعی ٹھیک کہا ہے کہ لوگوں کو ان کی عادات سے نکال باہر کرنے میں بہت حرج ہے''(۲۲)

قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے دین کے بارے میں آسانی پیدا کی ہے ارشاد خداوندی ہے:

ماجعل عليكم في الدين من حرج۔ (الآية)

اللہ تعالیٰ دین کے سلسلے میں تمہیں حرج میں نہیں ڈالتا۔''(۲۳)

علامہ خالد آتاسیؒ کا بیان ہے۔

المادة۔ ٣٦: العادة محكمة يعني ان العادة عامة كانت او خاصة تجعل حكما لاثبات حكم شرعي۔ قلت: بيانه ان العادة مؤخوذة من المعاودة فهي بتكررها ومعاودتها مرة بعد اخرى صارت معروفة .... فالعادة والعرف بمعنى واحد الخ۔

''عادت (مسائل اجتہادی کے لئے) فیصلہ کنندہ ہے یعنی عادت خواہ عام ہو یا خاص، شرعی حکم کے لئے فیصلہ کن ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عادت بوجہ تکرار اور یکے بعد دیگرے وجود میں آنے کے سبب معروف بن جاتی ہے......پس

عادت اور عرف ہم معنی ہیں‘‘ (۲۴)

عرف و عادت کی تعریف:

قلت: بیانہ ان العادۃ ماخوذۃ من المعاودۃ فھی بتکررھا و معاودتھا مرۃ بعد اخری صارت معروفۃ مستقرۃ فی النفوس و العقول متلقاۃ بالقبول من غیر علاقۃ ولا قرینۃ حتی صارت حقیقۃ عرفیہ فالعادۃ و العرف بمعنی واحد من حیث المصداق و ان اختلفا من حیث المفھوم۔

’’لفظ عادت معاودت سے ماخوذ ہے یعنی بار بار اعادہ کرنا پس یہ بسبب تکرار اور یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہونے کے لوگوں میں معروف اور ذہن نشین ہوجاتا ہے اور لوگ بغیر کسی خارجی تعلق کے اور مانوس ہونے کے باعث اسے قبول کرلیتے ہیں یہاں تک کہ یہ ایک حقیقت عرفیہ بن جاتی ہے۔ پس اس طرح ’’عادت اور عرف‘‘ ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں اگرچہ ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں فرق ہے۔‘‘ (۲۵)

عرف و عادت سے استدلال:

(واعلم) ان اعتبار العادۃ و العرف رجع الیہ فی مسائل کثیرۃ حتی جعلوا ذالک اصلا فقالوا فی الاصول فی باب ماتترک بہ الحقیقۃ ”شرک الحقیقۃ بدلالۃ الاستعمال و العادۃ“ ھکذا ذکر فخر الاسلام انتھی کلام الاشباہ وفی شرح الاشباہ للبیری الثابت بالعرف ثابت بدلیل شرعی وفی المبسوط الثابت بالعرف کالثابت بالنص انتھی۔ قال فی القنیۃ لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاھر المذھب ویترکا العرف ونقل المسئلۃ عنہ فی خزانۃ الروایات کما ذکرہ البیری فی شرح الاشباہ الخ۔

’’فقہا اور ائمہ کرامؒ نے بہت سے احکامات کے اثبات کے لئے عرف اور عادت کا سہارا لیا ہے‘ یہاں تک کہ اس کو ایک مستقل اصل قرار دیا ہے۔ اور علم اصول فقہ میں ایک مستقل باب ہے جس کے تحت وہ دلائل ذکر کئے گئے ہیں جن کی اساس پر حقیقت کو بھی ترک کیا جاسکتا ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ لوگوں کے استعمال اور عادت کی بناء پر حقیقت کو ترک کیا جائے گا۔ صاحب اشباہؒ نے امام فخر الاسلامؒ کا یہی قول نقل کیا ہے۔ شرح الاشباہ للبیریؒ میں ہے کہ جو حکم عرف سے ثابت ہو وہ شرعی دلیل سے ثابت ہے۔ مبسوط میں لکھا ہے کہ جو حکم عرف سے ثابت ہو وہ نص سے ثابت ہے۔ قنیہ کی تحریر ہے کہ مفتی اور قاضی کے لئے گنجائش نہیں کہ عرف کے ہوتے ہوئے اس کو چھوڑ کر ظاہر مذہب پر فیصلہ دے دے‘ قنیہ سے خزانۃ الروایات میں بھی یہ مسئلہ نقل کیا گیا ہے جیسا کہ البیریؒ نے شرح الاشباہ

علیہ اولا فھل تبطل ھذہ الفتاویٰ فی الکتب ویفتی بما تقتضیہ العوائد المتجددۃ اویقال نحن مقلدون ومالا احداث شرع لعدم اھلیتنا للاجتھاد فیفتی لما فی الکتب المنقولۃ عن المجتھدین"۔

والجواب ان اجراء ھذہ الاحکام التی مدرکھا العوائد متی تغیرت تلک العوائد خلاف الاجماع وجھالۃ فی الدین بل کل ماھو فی الشریعۃ یتبع العوائد یتغیر الحکم فیہ عند تغیر العادۃ الی ما یقتضیہ العادۃ المتجددۃ ولیس ذالک تجدیدا للاجتھاد من المقلدین حتی یشترط فیہ اھلیۃ الاجتھاد بل ھذہ قاعدۃ الجتھد فیھا العلماء واجمعوا علیھا فنحن نتبعھم فیھا من غیر استئناف اجتھاد۔

''سوال یہ ہے کہ اگر موجودہ عرف و عادات بدل گئیں اور ایسی عادات پیدا ہوئیں جو سابق عادتوں کے بالکل متضاد ہیں تو کیا یہ موجودہ درج فتاوے بے کار ہو جائیں گے اور نئے اجتہاد اور عرف و عادت کے مطابق فتوے دیئے جائیں گے یا یہ کہا جائے گا کہ ہم چونکہ مقلدین ہیں اور عدم اہلیت اجتہاد کی وجہ سے ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ نئی شرع ایجاد کریں اس لئے گزشتہ دور کے مجتہدین سے منقول کتابوں کے مطابق فتویٰ دینا لازمی ہے؟ جواب میں کہا جائے گا کہ گزشتہ فتوے اور احکامات جو اپنے دور کی عرف و عادت پر مبنی ہیں، عرف و عادت کی تبدیلی کے بعد بھی انہیں برقرار رکھنا خلاف اجماع ہونے کے ساتھ ساتھ دین سے جہالت بھی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے وہ تمام احکامات جو عرف و عادت پر مبنی ہیں عادت کی تبدیلی کے ساتھ ان کا سابقہ حکم تبدیل ہو کر نئی عادت کے مطابق ہو جائے گا۔ تاہم یہ واضح رہے کہ ایسا کرنا مقلدین کی طرف سے نیا اجتہاد نہیں کہ پھر ایسے مفتی کے لئے اہلیت اجتہاد کی شرط ضروری قرار دی جائے بلکہ یہ اس قاعدہ کے تحت ہے جس کو مجتہدین اور علماء نے بالاتفاق وضع کیا ہے (یتغیر الاحکام بتغیر الازمان) اور ہم بغیر کسی نئے اجتہاد کے اس میں ان کی متابعت کر رہے ہیں''

عرف وعادت کی بحث کا خلاصہ:

۱۔ ظاہر مذہب کے خلاف عرف و عادت معتبر ہے خواہ عرف عام ہو یا عرف خصا، البتہ عرف عام میں عموم ہوگا یعنی عام لوگوں کے حق میں اس کا اعتبار ہوگا اور عرف خاص خاص لوگوں کے حق میں معتبر ہوگا جیسا کہ ابن عابدینؒ نے باب ثانی میں اس کی تصریح کی۔

۲۔ عرف و عادت پر مبنی احکامات درحقیقت ان آیات اور احادیث سے ماخوذ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے حرج اور تکلیف دفع کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اگر کہیں عرف بظاہر نص کے خلاف ہو تو یہ مقابلہ نص بالرائے نہ ہوگا بلکہ مقابلہ نص بالنص ہوگا۔

۳۔ بعض مسائل ظنی نصوص پر مبنی ہوتے ہیں یا ان نصوص میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے یا وہ نصوص علت پر مبنی ہوتے ہیں، ایسے تمام مسائل اجتہادی مسائل کے زمرے میں آتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حوالہ جات

۱۔ (پارہ ۶ المائدہ/۳)

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغۃ ، ج ا ص ۱۰۵۔ (لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، س ن)

۳۔ پارہ ۲، بقرہ ۲۱۹ ۴۔ پارہ ۵، سورہ نساء ۴۳ ۵۔ پارہ ۷ سورۃ المائدہ، ۹۰

۶۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغۃ ج ا۔ ص ۱۱۲، (لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، س۔ن)

۷۔ پارہ ۲، سورۃ البقرہ، ۱۸۵

۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغۃ ج ا۔ ص ۱۱۲، (لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، س۔ن)

۹۔ ایضاً ۱۰۔ مولانا نور محمد، جدید فقہی مسائل ورسائل ج ا ص ۴ (غیر مطبوعہ) ۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ابوالحسن علی ابن ابی بکر افرغانی، ہدایہ ج ۴۔ ص ۳۶۹، (کراچی، سعید ایچ۔ ایم کمپنی۔ س۔ن)

۱۳۔ علامہ ابن الھمام، فتح القدیر ج ۸ ص ۳۴ (مصر، قاہرہ، مطبع محمد مصطفیٰ س۔ن

۱۴۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، فیض الباری علی البخاری ج ۳، ص ۲۹۵ (پشاور، مکتبہ حقانیہ۔ س۔ن)

۱۵۔ علامہ تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم، ج ا۔ ص ۴۴۵ (کراچی، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۱۶۔ ایضاً ۱۷۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، فیض الباری علی البخاری ج ۳، ص ۲۹۵ (پشاور، مکتبہ حقانیہ۔ س۔ن)

۱۸۔ علامہ ابن الھمام، فتح القدیر ج ۸ ص ۳۴ (مصر، قاہرہ، مطبع محمد مصطفیٰ س۔ن)

۱۹۔ علامہ ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن ج ۷ ص ۵۱ (کراچی، مکتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ طبع اول ۱۴۰۱)

۲۰۔ ایضاً ۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ علامہ محمد امین ابن عابدین، رسائل ابن عابدین، ج ۲ ص ۱۱۴ (لاہور، سہیل اکیڈمی، طبع اول ۱۹۸۶)

۲۳۔ پارہ ۱۷۔ سورۃ الحج / ۷۸

۲۴۔ علامہ محمد خالد الاتاسی، شرح المجلہ، ج ا ص ۸۷ (کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ طبع اول ۱۴۰۳ھ)

۲۵۔ علامہ محمد امین ابن عابدین، رسائل ابن عابدین، ج ۲ ص ۱۱۴ (لاہور، سہیل اکیڈمی، طبع اول ۱۹۸۶)

۲۶۔ علامہ محمد امین ابن عابدین، رسائل ابن عابدین، ج ۲ ص ۱۱۵ (لاہور، سہیل اکیڈمی، طبع اول ۱۹۸۶)

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: نقوش آ گہی مصنف: کرنل محمد اعظم صاحب

ضخامت: ۲۸۰صفحات قیمت: ۲۲۵ روپے

ملنے کے پتہ: رحمان مذنب ادبی سٹریٹ ۱۸ غزالی سٹریٹ جی ٹی روڈ اتحاد کالونی اقبال ٹاؤن لاہور

ہمارے مخدوم کرنل محمد اعظم صاحب کے نام سے قارئین الحق بخوبی واقف ہیں اس لئے کہ اکثر و بیشتر آپ کے وقیع اور مختلف النوع موضوعات پر آپ کی قلمی نگارشات اور مضامین آتے رہتے ہیں۔اور قارئین اس سے مستفید ہوتے ہیں۔اور گویا آپ ہمارے مجلّہ ''الحق'' کے مستقل فیلو اور رفیق ہیں۔افواج پاکستان میں دورانِ ملازمت آپ نے نہ صرف کتاب و مطالعہ سے رابطہ قائم رکھا بلکہ فوجی رسالہ ''ہلال'' میں مضامین بھی لکھتے رہے۔اور اس عرصہ میں کافی مضامین آپ کے منظر عام پر آئے۔اس کے علاوہ دوسرے مؤقر مجلّات اور رسالوں میں اور اسی طرح اخبارات میں آپ لکھتے رہے۔ریٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔اور مدیر ''الحق'' مولانا حافظ راشد الحق سمیع کی ترغیب وتحریض پر الحق کے لئے مختلف موضوعات پر انتہائی پُر مغز اور تحقیقی مضامین حیطۂ تحریر میں لائے۔موصوف کا مطالعہ انتہائی وسیع اور شعر و سخن کا بہت ہی پاکیزہ اور ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔اور مختلف جدید وقدیم شعراء کے سینکڑوں اشعار ان کو ازبر ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب دراصل آپ کے ان مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے جو کہ آپ نے ہلال،الحق اور دیگر جرائد میں شائع کئے تھے۔مدیر الحق نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ ان مضامین کو کتابی شکل دے دیں۔اس سلسلہ میں آپ نے ان کے ساتھ مکمل تعاون کیا اور الحمدللہ انہی کی کوششوں سے یہ بیش قیمت علمی تحفہ اور ادبی شہپارہ منصۂ شہود پر آیا ہے۔پیش لفظ ملک کی مشہور عسکری اور ادبی شخصیت جناب جنرل حمید گل صاحب کا ہے۔انہوں نے کرنل صاحب کو انتہائی شاندار انداز اور خوبصورت الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔کتاب ایک ادبی وعلمی و تاریخی گلدستہ ہے اس میں تاریخ بھی ہے،تحقیق بھی ہے عسکریات بھی ہیں،ادب بھی ہے،افسانہ بھی ہے اور مزاح بھی۔گویا ہر قسم کے ذوق رکھنے والے شخص کے لئے اس میں دلچسپی موجود ہے۔موصوف ایک عرصہ سے عارضہ فالج میں مبتلا ہیں اور اس کے باوجود تحقیق وجستجو اور شوقِ مطالعہ قابل ستائش وموجب تحسین ہے۔

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت' صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔ ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے۔ نقدی یا جانور کی صورت میں قربانی کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں۔ خواہشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فون نمبر : 630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر** : 630922 (0923)
ای میل ایڈریس : haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

الداعی الی الخیر (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہم یہ نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں

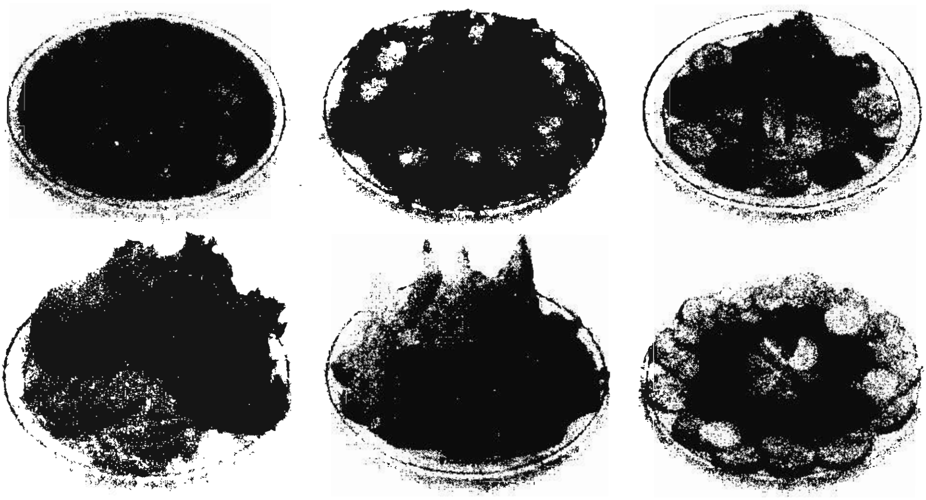

بلکہ اہم یہ ہے کہ

آپ کتنا ہضم کرتے ہیں

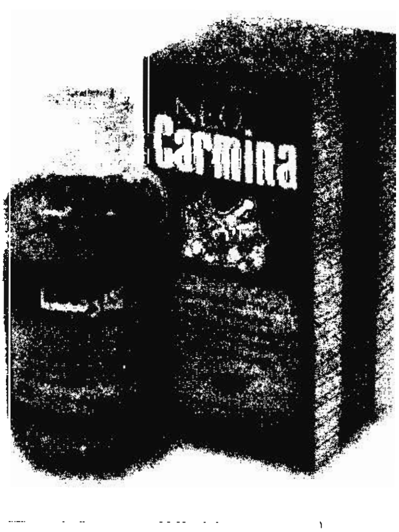

صحت مند رہنے کے لیے صرف یہی ضروری نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کا معدہ غذا کو صحیح طور پر ہضم کرکے جزو بدن بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔

دائمی قبض، سینے کی جلن، تیزابیت، گیس، پیٹ کا درد، قے یا متلی کی کیفیت اس بات کی علامتیں ہیں کہ آپ کا ہاضمہ دُرست نہیں۔

کھانے پینے میں احتیاط برتیے، مرغن اور مرچ مسالے دار کھانوں سے پرہیز کیجیے اور پابندی سے نئی کارمینا لیجیے۔

ہمدرد کی نئی کارمینا تیزابیت اور گیس کے مریضوں کے لیے بھی بے ضرر اور یکساں مفید ہے۔

خوش ذائقہ **نئی کارمینا**

ہاضمہ دُرست، صحّت بحال

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

القاسم اکیڈمی کی عظیم تاریخی اور انقلابی پیشکش

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ

معرکہ صلیب وطالبان

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام

طالبانِ افغانستان کے تناظر میں

جہادِ افغانستان، تحریکِ طالبان، ملامحمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد مسئلہ فلسطین وکشمیراور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم وحساس وقومی وبین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ

انٹرویوز

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مرتب

مولانا عبدالقیوم حقانی

قیمت 240

صفحات 520

معاون

مولانا عرفان الحق حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی	" " "	" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک